رنگ پیار کے

ماریہ جمیل

پہلی قسط

"گو ایک اذیت ہے ترا رنگِ تغافل
لیکن یہ کسی اور پہ سجتا بھی نہیں خیر"

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں اس کا دل بھی ایسی ہی محبت کے لیے چن لیا گیا تھا جس میں ٹھکرائے جانے کی تکلیف تو بہت تھی مگر پانے کی خواہش شدید تر نہیں تھی وہ اسکی رضا میں راضی تھی اس کے جیون ساتھی کے طور پہ چنے شخص کے لیے وہ اپنے دل میں کوئی جذبہ نہیں رکھتی تھی سوائے شدید نفرت کے وہ اسے سخت ناپسند تھا مگر پھر بھی وہ خاموش ہو گئی تھی اگر میری چاہت نہیں تو کوئی بھی ہو کیا فرق پڑتا ہے اس نے ان چند دنوں میں سب پہ ثابت کر دیا تھا اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مگر کل جو ہوا وہ اسے حیران کر گیا تھا اور بے چین بھی منجمند محبت کے دریا میں پھر سے کسی نے پتھر پھینکا تھا وہاں ہلچل مچ گئی تھی سوئی ہوئی خواہش جاگ اٹھی تھی خوش فہمی پھر سے سر اٹھانے لگی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا"۔

اس نے دل کو ڈپٹ کے چپ کروایا ہر طرف گہری خاموشی کا راج تھا دل کی دھڑکنوں نے محشر برپا کر رکھا تھا۔ صبح سے شام ہونے کو آئی تھی وہ جو کل رات سے اپنے کمرے میں بند ہوئی تو باہر نکلنے کا نام ہی نہ لیا گھر میں بھی تو بے حد خاموشی تھی وہ حیران تھی اس بڑے تماشے کے بعد کوئی تماشہ کیوں نہیں ہوا۔

اس نے اٹھ کر کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیا مگر دل تھا کہ قابو میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ "ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔یہی سوچ اسے الجھائے ہوئے تھی۔

اس نے اپنے کمرے کا سلائیڈنگ ڈور کھسکایا جو لان میں کھلتا تھا یخ ٹھنڈی ہوا نے اسکا استقبال کیا تھا، وہ باہر آ گئی۔

سورج کی آنکھیں نیم وا تھی جو آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھیں۔

کاسنی پھولوں سے لدی بیل اس کے سامنے جھولنے لگی وہ اسے بغور دیکھے گئی۔

ان پہ خزاں سے پہلے ہی خزاں کا موسم چھا چکا تھا بالکل ویسے ہی جیسے اسکی محبت پہ خزاں رک سی گئی تھی۔سیاہ بادلوں نے اسکی محبت کے چاند کو اپنے اندر کہیں چھپا دیا تھا۔اس نے پھولوں کو دیکھا وہ منہ لٹکائے کھڑے تھے ۔ نہ کوئی شرما رہا تھا نہ ہی کوئی شرارت کر رہا تھا اور آج تو کوئی محبت کی بھی بات بھی نہیں کر رہا تھا ان پہ جدائی کا موسم آ گیا تھا وہ سب اداس تھے۔

اس نے درختوں سے جدا ہوئے پتے جو گھاس پہ جابجا بکھرے تھے انہیں غور سے دیکھا۔

وہ اپنا رنگ کھو چکے تھے۔

بالکل ویسے جیسے اسکی زندگی کے سارے رنگ ختم ہو گئے تھے۔

وہ دروازے سے ٹیک لگائے شال کندھوں کے گرد لپیٹے سارے منظر کو بغور دیکھتی رہی سورج نے آپنی آنکھیں موند لیں تھیں اندھیرا چھانے لگا تھا ماحول میں خنکی اچانک بڑھنے لگی۔

" محض چند ماہ میں وہ میرے لیے کتنا اہم ہو گیا کیوں جگہ دی میں نے اسے اپنی زندگی میں اس کے اور میرے درمیان جو فرق تھا میں تو پہلے سے جانتی تھی ہائے ری خوش فہمی "۔اس نے سرد آہ بھری۔

جابجا بکھرے خزاں رسیدہ پتوں کی سرسراہٹ پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔

قدموں کی آواز اب قریب آ گئی تھی آنے والے کو دیکھ کر اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں تھیں ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ثانیہ ثانیہ۔۔ "ساجدہ بیگم کی آواز پر وہ اپنا اسکیچ ادھورا چھوڑ کر اٹھ گئی تھی۔

"جی مما۔۔ "وہ لاونج میں ان کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"صفیہ کھانا بنا رہی ہے ایک نظر کچن کو دیکھ لو تمہارے پاپا آج جلدی گھر آ جائیں گے۔"انہوں نے اسے ہدایت جاری کرتے ہوئے ایک نظر اپنی رسٹ واچ پہ ڈالی۔

"یہ عانیہ کہاں رہ گئی ہمیں جلدی نکلنا تھا۔ "وہ کوفت سے بولیں۔

"کہاں جا رہیں ہیں آپ دونوں۔؟ "ثانیہ نے انکی تیاری پہ ایک نگاہ ڈال کر سرسری سا پوچھا۔

"مسز سعید کے گھر پارٹی ہے وہیں جا رہے ہیں۔ تمہارے پاپا بھی انوائیٹڈ تھے مگر ان کی طبعیت ٹھیک نہیں اس لیے میں نے انہیں منع کر دیا۔ "وہ بات کرتے ہوئے بار بار گھڑی کو دیکھ رہیں تھیں۔ وہ خاموشی سے سنتی رہی۔

"عانیہ پانچ منٹ میں تم یہاں ہو ورنہ میں اکیلی چلی جاؤں گی۔ "ساجدہ بیگم نے بلند آواز میں کہا۔

"مما آپ بیٹھیں میں بلا کے لاتی ہوں۔ "ثانیہ انہیں بیٹھنے کا کہتی عانیہ کو بلانے چل دی۔ عانیہ سیاہ لباس زیب تن کئیے سرخ لپ سٹک ہونٹوں پہ سجائے اونچی ہیل والے سینڈل پہنے بہت جچ رہی تھی۔

"تم کسی شادی میں جا رہی ہو۔ "ثانیہ نے اسکی تیاری کو بغور دیکھا۔

"پارٹی مجھ سے زیادہ تیار ہو کر آتی ہیں سبھی لڑکیاں۔ "اس نے ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑا ڈائمنڈ نیکلس اٹھا کر گلے میں پہنا۔

"یہ میرا ہے عانی۔ "ثانی نے نیکلس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ہوا یہ جتنا مجھ پہ سجے گا تم پر کبھی نہیں سجے گا۔ "وہ ادا سے بولی۔ ثانیہ کو برا نہیں لگا وہ ان سبھی جملوں کی عادی تھی۔

"پھر بھی میری چیز بنا اجازت تم نہیں استعمال کر سکتی۔ "وہ غصے سے بولی۔

"واپس آؤں گی تو لے لینا۔ گھس تھوڑی جائے گا۔ "وہ جلدی سے اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر باہر بھاگ گئی۔ وہ ہمیشہ ایسے ہی کرتی تھی۔ بنا اجازت اسکی ہر نئی چیز کو استمال کرنا اپنا حق سمجھتی تھی۔ وہ لاکھ منع کرتی اعتراض کرتی مگر اسے کہاں اثر ہوتا تھا۔ وہ چپ چاپ کچن میں صفیہ کے پاس چلی گئی۔ صفیہ کھانا بنا چکی تھی اس نے برتن لگائے تب تک احسان صاحب بھی آ گئے۔

"تم نہیں گئی ان لوگوں کے ساتھ۔ "انہوں نے کھانا کھاتے ہوئے سرسری سا پوچھا۔

"بس یونہی میرا دل نہیں چاہتا ایسی پارٹیز میں جانے کا۔ "نوالہ منہ تک لے جاتا اسکا ہاتھ تھا پھر وہ فوراً خود کو سنبھال گئی۔

"تم نے خود کو گھر میں بند کر لیا ہے۔ یونیورسٹی ختم ہو گئی ہے کوئی جاب کر لو میرا آفس جوائن کر لو۔ "وہ اسکے لیے فکر مند تھے۔

"بہت جلد آفس جوائن کر لوں گی۔ فی الحال فراغت کے مزے لوٹنا چاہتی ہوں۔ "وہ کھانا ختم کر چکی تو برتن

سمیٹنے لگی۔

"اچھا میں تھوڑا کام کر لوں آفس کا۔" وہ بھی اٹھ گئے۔

"بالکل نہیں آپ آرام کریں میں کافی بھجواتی ہوں۔ " وہ انہیں حکم دے کر کچن میں چلی گئی۔ وہ مسکراتے ہوئے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

اپنے لیے اور ان کے لیے کافی بنا کر اس نے احسان صاحب کی کافی صفیہ کے ہاتھوں ان کے کمرے میں بھجوا دی اور خود ٹیرس پہ آ کر بیٹھ گئی۔ گرمیاں شروع ہو چکی تھیں مگر ابھی گرم نے اتنا زور نہیں پکڑا تھا۔ ابھی بھی موسم خشگوار تھا ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ وہ کرسی گھسیٹ کر ریلنگ کے قریب بیٹھ گئی۔ نیچے سڑک سنسان تھی۔ وہ کافی کے سپ لینے لگی۔

"تم کیوں نہیں گئیں پارٹی میں۔ "احسان صاحب کے سوال نے اسے بہت ڈسٹرب کر دیا تھا۔

"مما مجھے نہیں جانا کہیں بھی۔ "ساجدہ اسے ساتھ لے جانے کے لیے بضد تھیں اور وہ مسلسل انکار کر رہی تھی۔

ایک اور بات نہیں۔ تم چل رہی ہو بات ختم۔ "وہ اسے حکم صادر کرتیں چلی گئیں۔ وہ برے برے منہ بناتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ تیار ہو کر آئی تو عانیہ کے مقابلے میں اسکی تیاری بہت سادہ تھی عانی نے ایک ادا سے اسے دیکھا آنکھوں میں چھلکتا غرور ثانیہ سے پوشیدہ نہیں رہا تھا۔ وہ ٹھنڈی سانس بھر کے ان کے ساتھ چل دی۔

"ارے آپ کو کبھی نہیں دیکھا یہاں۔ "یہ مسز درانی کا بیٹا تھا جو اسے اکیلا دیکھ کر اسی طرف آ گیا۔

"میں بھی آپ کو پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔"

"میں ایک ہفتہ پہلے ہی آیا ہوں۔ امریکہ سے اسی اعزاز میں تو پارٹی ہے۔ "وہ فخریہ بولا۔ ثانیہ نے ناگواری سے اس پہ اور ایک نظر باقی افراد پہ ڈالی۔ وہ اَپر ہائی کلاس سے تعلق رکھتے تھے۔ وہاں ایسی پارٹیز معمول کی بات تھی۔ وہ جوس کا گلاس ہاتھ میں تھامے لوگوں سے الگ تھلگ ایک کونے میں کھڑی تھی۔

"آپکا ڈریس بہت خوبصورت ہے۔ "اس نے اسکے لباس کی تعریف کی۔ ثانیہ نے بغور اپنی گھیر دار لائٹ گرین کامدار فراک کو دیکھا۔

"یعنی لباس خوبصورت تھا۔ "اس نے آہ بھری۔

"تمہارے کنگن بھی بہت خوبصورت ہیں۔ "اس نے ثانیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں ہاتھ چھوڑیں میرا۔" ثانیہ نے غصے سے کہتے ہوئے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔

"تم بھی خوبصورت ہو۔ "اس نے ثانیہ کا ہاتھ چھوڑ کر اسکی کمر میں ہاتھ ڈالا۔ ثانیہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی اور ایک زور دار تھپڑ اسکے منہ پہ دے مارا۔ وہ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھا لڑکھڑا گیا۔ سب نے تھپڑ کی آواز پر گردنیں موڑ کر ان دونوں کی جانب دیکھا۔ ساجدہ سب کے درمیان سے اٹھ کر فوراً اس کے قریب آئیں

"یہ کیا کیا تم نے۔ "انہوں نے اسے بازو سے پکڑ کر جھنجوڑا۔

"اس نے بد تمیزی کی مجھ سے۔ "وہ غصے سے بولی۔

"میں اور تم سے بد تمیزی۔ "اس نے تو ڈھٹائی کی حد کر دی تھی۔ مسز دُرانی بھی ان کے قریب آ گئیں تھیں۔

"اس نے میرا ہاتھ پکڑا میں نے منع کیا تو۔ "ثانیہ اب اپنی صفائی سے رہی تھی۔

"یہ جھوٹ بول رہی ہے اس نے خود میرا ہاتھ پکڑا تھا۔ اور تم شکل دیکھی ہے اپنی جیسے کوئی دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ تم جیسی لڑکیوں کو عادت ہوتی ہے جب کوئی لفٹ نہ کروائے تو ایسے حربے استعمال کرتی ہو۔ "وہ بول نہیں رہا تھا غرا رہا تھا۔ ثانیہ نے خاموش کھڑی اپنی ماں پہ ایک نگاہ ڈالی۔

"مما آپ کچھ بولتی کیوں نہیں۔ "ثانیہ نے انکا بازو ہلایا۔

"صبوحی میں معذرت چاہتی ہوں۔ میری بیٹی نے تمہارے بیٹے کو تھپڑ مارا۔ ثانیہ معافی مانگو"۔ پھر وہ بولیں تھیں اور کیا خوب بولیں تھیں۔ ثانیہ نے بے یقینی سے اپنی ماں کو دیکھا۔ اسکی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔

"جب میری کوئی غلطی نہیں تو معافی کیسی۔ اور تم آئندہ بہت سوچ سمجھ کے بات کرنا میں جیسی بھی ہوں تم سے بہت بہتر ہوں کیونکہ نہ تو میں جھوٹی ہوں اور نہ ہی تمہاری طرح کمزور کردار اور شخصیت کی مالک اور کسی قسم کے احساس کمتری کا شکار بھی نہیں ہوں۔ "وہ کہہ کر رکی نہیں تھی۔ تیز تیز قدموں سے چلتی اس جھوٹی دنیا اور حسن کے پجاری لوگوں کے نرغے سے نکل آئی تھی۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اسکی ساری ہمت جواب دے گئی تھی۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

عانیہ کے مقابل اسکی رنگت تھوڑی سانولی تھی۔ اگر دونوں کو ساتھ کھڑا کر کے دیکھا جاتا تو وہ اس کے قریب سانولی نہیں سیاہ رنگت کی مالک لگتی۔ اسکے نین نقش تیکھے تھے بڑی بڑی آنکھیں ان پہ سیاہ پلکوں کی جھالر اس سے بڑھ کر وہ ایک خوبصورت دل کی مالک تھی۔ مگر دنیا کو اسکی رنگت ہی دیکھائی دیتی تھی۔ ہر محفل میں اسے تضحیک کا نشانہ

بنایا جاتا۔ خود اسکی ماں اسکی اس دبتی رنگ سے ہمیشہ خائف نظر آتی۔ عانیہ کا سر غرور سے اس وقت اور بھی تن جاتا جب کوئی ثانیہ کو تضحیک کا نشانہ بناتا۔ گھر آ کر وہ کمرے میں بند ہو گئی تھی۔ احسان صاحب بزنس ٹور پر دبئی گئے تھے۔ وہ روتی رہی کسی نے اسے چپ کروانے کی زحمت محسوس نہیں کی تھی۔

"بس کر دو ثانیہ اتنی انسلٹ کروائی تم نے ہم سب کی اور آنسو بھی تم بہا رہی ہو۔" اگلی صبح عانیہ اس کے سر پہ کھڑی نخوت سے بولی۔

"تم پلیز چلی جاؤ یہاں سے۔" ثانیہ نے آہستگی سے کہا۔

"مما کہہ رہی ہیں کہ ناشتہ کر لو آ کر۔ مجھے کوئی شوق نہیں ہے تمہارے معاملات میں پڑنے کا۔" ثانیہ کو تکلیف ہوئی یہ اسکی بہن تھی سگی بہن۔

"کہہ دو مجھے بھوک نہیں۔" وہ واپس تکیے میں منہ دے کر لیٹ گئی۔

"مجھے کیا مت کھاؤ کچھ بھی۔" وہ لاپروائی سے کہتی کمرے سے چلی گئی۔

"ثانیہ کھانا نہ کھا کر تم کیا ثابت کرنا چاہ رہی ہو۔" اگلے دس منٹ بعد ساجدہ اسکے سر پہ کھڑیں تھیں۔

"مجھے بھوک لگے تو خود کھا لوں گی آپ کو میرے لیے فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ تکیے میں منہ دیے بولی۔

"تم نے زاہد دُرانی کی اتنی انسلٹ کر دی اور اب سوگ بھی خود ہی منائے جا رہی ہو۔ کچھ بھی تھا تمہیں اسے تھپڑ نہیں مارنا چاہیے تھا۔" وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"انسلٹ اس نے کی میری مجھ سے بدتمیزی کی اسکی جرات کیسے ہوئی میری مرضی کے بنا مجھے چھونے کی۔" وہ جھٹکا کھا کر اٹھ بیٹھی۔

"یہ سب نارمل ہے تم کونسا پہلی بار ایسی کسی پارٹی میں گئی ہو۔ ہاتھ پکڑنا کمر میں ہاتھ ڈال کر ڈانس کرنا سب نارمل ہے۔" وہ اسے سمجھانے لگیں۔

"یہ سب تب نارمل ہوتا ہے جب آپ جیسے لوگ اسے نارمل بنا دیں یا جب لڑکی خود چاہے نہ میں ایسی ہوں نہ ایسا چاہتی ہوں۔"

"تم نے تو بس ناک کٹوا دی میری۔" وہ ناگواری سے بولیں۔

"میں نے اسے منع کیا مگر وہ نہیں مانا تھپڑ مار دیا تو کیا ہوا۔"

"اسکی ماں اپنے بیٹے کی غلطی پر بھی بنا شرمندہ ہوئے اسکا ساتھ دے رہی تھی اور آپ نے کیا کیا مما اپنی ہی بیٹی کو سب کے سامنے رسوا کر دیا۔ سب کو بتایا کہ ثانیہ احسان غلط ہے اور وہ زاہد دُرانی صحیح! آپ ہمیشہ میرے ساتھ ناانصافی کرتیں آئی ہیں مگر مجھے کبھی اتنا برا نہیں لگا جتنا کل۔ کبھی کبھی مجھے شک ہوتا ہے کہ میں واقع ہی آپ کی بیٹی نہیں ہوں۔ "وہ رو دی۔

"تم میری ہی بیٹی ہو اور میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔ "وہ اسے روتا دیکھ کر پگھل گئیں۔

"آپ کی محبت میرے لیے کم اور عانیہ کے لیے زیادہ ہے۔ "وہ خائف تھی۔

"نہیں ایسا نہیں ہے اسے سب کو ہینڈل کرنا آتا ہے اسے سرکل میں موو کرنا آتا ہے۔ اسی لیے وہ سب کے دلوں میں جلدی جگہ بنا لیتی ہے اسی وجہ سے وہ مقبول ہے۔ اسے ساتھ نہ لے کے جاؤں تو لوگ سوال پوچھتے ہیں۔"

"بس مما مجھے اور بحث نہیں کرنی۔ "وہ اکتا کے کہتی واپس لیٹ گئی۔ وہ خاموشی سے اٹھ کے چلی گئیں۔

احسان صاحب واپسی پہ ان لوگوں کے لیے بہت سی شاپنگ کر کے لائے تھے۔ عانیہ کو ہمیشہ ثانی کی چیز زیادہ اٹریکٹ کرتی تھی۔

"یہ پروفیوم میں لوں گی۔ "وہ ثانی کا فیورٹ پرفیوم تھا۔ احسان صاحب اس کے لیے لائے تھے۔ عانیہ نے فوراً اپنے قبضے میں کیا۔

"یہ ثانیہ کا ہے اور اسے میں تمہیں نہیں دوں گا۔ "احسان صاحب نے ڈائمنڈ کا چھوٹا سا نیکلس ثانیہ کو دیا۔ وہ بے حد خوبصورت تھا۔

"تھینک یو پاپا۔ "اسے وہ بہت پسند آیا تھا۔ ثانیہ نے فوراً وہ نیکس پہنا۔ نیکلس کی ڈبیہ کو سامنے ٹیبل پہ رکھا تھا۔ عانیہ کے لیے ڈائمنڈ رنگ تھی مگر اسے تو وہی نیکلس اچھا لگا تھا۔

"اچھی ہے۔ "عانیہ نے ایک نظر انگوٹھی کو دیکھ کر سائیڈ پہ رکھ دیا۔

"کیسا لگ رہا ہے ثانی۔ "نے اشتیاق سے پوچھا۔

"یہ عانیہ کو زیادہ سوٹ کرتا۔ "ساجدہ بیگم نے عانیہ کا اترا چہرہ دیکھ کر کہا۔ ثانی کی خوشی پل بھر میں معدوم پڑ گئی۔ اس نے نیکلس فورا اتار دیا۔ اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ عانیہ بھی اپنی چیزیں سمیٹ کر چلی گئی۔ وہ ثانیہ کا نیکلس بھی لے گئی کیونکہ وہ تو اسے وہیں ٹیبل پہ چھوڑ گئی تھی۔

"تم واقعی ہی اسکی ماں ہو حیرت ہوتی ہے مجھے۔ "احسان صاحب کو بہت برا لگا تھا سو انہوں نے اظہار بھی کر

دیا۔

"آپ نے دیکھا عانی کو کتنا برا لگا کہ نیکلس اس کی بجائے ثانیہ کو دے دیا آپ نے۔"

"اور تم نے دیکھا جب وہ نیکلس پہن رہی تھی۔ اسکی آنکھوں میں کتنی چمک تھی چہرے پہ کتنی خوشی تھی اور تمہاری بات نے اسکی خوشی کے ساتھ اسکی آنکھوں کی چمک اور چہرے کی روشنی بھی ختم کر دی تمہیں بس عانیہ دیکھائی دیتی ہے۔ "وہ غصے سے کہتے چلے گئے۔

ان کے پورے خاندان میں کوئی کالا تو کیا سانولی رنگت کا بھی نہ تھا۔ ایسے میں ثانیہ نجانے کس پہ چلی گئی تھی۔ احسان صاحب نے کبھی اسے اس چیز کا احساس نہیں دلایا تھا مگر یہ سب ساجدہ بیگم بڑے احسن طریقے سے کرتیں تھیں۔ عانیہ ثانیہ کو لے کر زبردستی شاپنگ پہ گئی تھی۔ ثانیہ کو وہاں وہ بلیک ڈریس بہت اچھا لگا تھا سو اس نے لیا۔ شارٹ شرٹ اور اس کے ساتھ ٹائٹ ٹراؤزر وہ لباس بے حد خوبصورت تھا۔

"یہ رنگ مت لیا کرو کتنی دفعہ منع کیا ہے۔ "انہوں نے عانیہ کے سبھی جوڑوں کی تعریف کی تھی مگر۔

"کیوں کیا برائی ہے اس میں۔"

"برائی اس میں نہیں کسی اور میں ہے۔ "انداز اور لہجہ ہتک آمیز تھا۔ ثانیہ کا چہرہ ضبط کے مارے سرخ ہو گیا۔

"تم عانیہ کے جوڑوں میں سے کوئی جوڑا لے لو یہ عانیہ پہن لے گی اس پہ بہت جچے گا۔"

"نہیں میرے پاس بہت کپڑے ہیں۔ "وہ ضبط سے مٹھیاں بھینچتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

اس کے ساتھ بچپن سے یہی سب ہوتا آرہا تھا۔ اسکول بیگ سے لیکر لنچ بکس تک ہر چیز میں اسکی پسند کو اہمیت دی جاتی۔ اور اسے نظر انداز کیا جاتا یا بچ جانے والی چیز اسکے حوالے کر دی جاتی۔ وہ بنا اعتراض کئیے وہ چیز رکھ لیتی۔ آہستہ آہستہ اس نے خواہش کرنا ضد کرنا اپنی بات منوانا چھوڑ دیا تھا۔ وہ پڑھائی میں بے حد ہوشیار تھی۔ فرسٹ پوزیشن پہ بھی اسے ساجدہ اتنا نہیں سراہتی تھیں۔ جتنا عانیہ کو کسی سپورٹ کمپیٹشن میں جیت کے آنے پر۔ اس کی زندگی میں عانیہ سے اسکا موازنہ لکھ دیا گیا تھا۔

"آپ دونوں سگی بہنیں ہو لگتا تو نہیں۔ "لوگ حیرت سے کئی بار پوچھتے عانی کی گردن جتنی اکڑتی ثانی کی اتنی جھک جاتی۔ رنگ روپ تو اللہ کی دین ہے اس میں اسکا کیا دوش کہ عانیہ زیادہ خوبصورت تھی جبکہ وہ کم۔ مگر اس ناکردہ گناہ کی سزا وہ بھگت رہی تھی۔

"سارے پارلر فیل ہیں کسی کے ٹریٹمنٹ سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ "ساجدہ بیگم نے بہت کوشش کی تھی کہ فوری طور پہ گوری ہو جائے۔ وہ چاہے کتنا بھی گروم کر لیتی عانیہ کی دودھیا رنگت کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

"مما میں جیسی ہوں ٹھیک ہوں مجھے کچھ نہیں کروانا۔ آئندہ میں آپ کے ساتھ کسی پارلر نہیں جاؤں گی۔ "

وہ اپنا حتمی فیصلہ سنا کر چلی گئی۔

آج عانیہ وہی سیاہ جوڑا اور اسکا نیکلس پہن کے گئی تھی۔ وہ کافی ختم کر کے اٹھ کھڑی ہوئی دل بو جھل ہو گیا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں آکر اپنا ادھورا اسکیچ مکمل کرنے لگی۔ اسے اسکیچ بنانا اچھا لگتا تھا۔ فارغ وقت میں وہ وہی کرتی کبھی کسی کتاب کا مطالعہ کر لیتی۔ اس نے ٹائم دیکھا گھڑی رات کا ایک بجا رہی تھی۔ عانیہ اور ساجدہ بیگم ابھی نہیں آئے تھے۔ اس دن کے بعد نہ ساجدہ نے اسے پارٹیز میں چلنے کا کہا نہ وہ خود سے گئی۔ عانیہ واپس آچکی تھی کپڑے بدل کر وہ ثانیہ کے روم میں چلی آئی۔

"کیا کر رہی ہو۔ "عانیہ نے اسے ناول پڑھتے دیکھ کر بھی سوال کیا۔

"کالا جادو کر رہی ہوں دکھائی نہیں دے رہا ناول پڑھ رہی ہوں۔ "ثانیہ نے چڑ کے کہا۔

"کونسا ناول ہے۔"

"طائر لاہوتی۔ "ثانیہ نے ناول اسکے سامنے کیا۔

"اچھا یہ چھوڑو تمہیں پتہ ہے کیا ہوا۔ "وہ اشتیاق سے بولی۔

"کیا ہوا۔ "ثانیہ نے ناول سائیڈ پہ رکھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اب وہ اسے پارٹی میں ہوئی ساری روداد سنائے گی پڑھنے نہیں دے گی۔

"سعید انکل کا بیٹا اففففف ثانی پوچھو ہی مت بالکل فرحت اشتیاق کے ہیرو جیسا میں تو اسے دیکھ کر دیکھتی رہ گئی۔ دل چاہتا ہے بس دیکھے جاؤ نظریں ہٹانے کا دل ہی نہیں کرتا۔ "وہ کسی اور ہی جہان میں پہنچی ہوئی تھی۔ ثانیہ نے عانیہ کو تاسف سے دیکھا جو ظاہری خوبصورتی سے آگے کچھ دیکھتی ہی نہیں تھی۔

"وہ فرحت کا ہیرو ہو یا عمیرہ کا میرا اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے مجھے کیوں بتا رہی ہو۔ "ثانیہ نے اسے کہتے ہوئے واپس اپنی کتاب اٹھائی۔

"اففف اللہ مجھے لگتا ہے میں اس کے عشق میں گرفتار ہونے والی ہوں۔ "وہ بیڈ پہ گرنے والے انداز میں لیٹی۔

"اس سے پوچھ لو وہ بھی تمہارے عشق میں کیا پتا گوڈے گوڈے ڈوب چکا ہو۔ "ثانیہ کو بھلا سعید صاحب کے بیٹے میں انٹرسٹ ہوتا۔ نرا انگریز بچپن میں کبھی دیکھا تھا پھر وہ امریکہ پڑھنے چلا گیا اب واپس آیا تھا۔

"ہائے ثانی اس نے تو آنکھ اٹھا کر بھی مجھے نہیں دیکھا۔ "وہ دکھ سے بولی۔

"کیوں تمہارے علاوہ کون اتنی حسین لڑکی موجود تھی وہاں جو اس نے تمہیں اگنور کر دیا۔ "ثانیہ حیران ہوئی۔

"کوئی بھی نہیں تھی مگر پھر بھی اس نے نہ مجھے دیکھا نہ ہی کسی اور کو۔ "وہ بجھے دل سے بولی۔

"کوئی نہیں اللہ بہتر کرے گا۔ اب تم جاؤ کیونکہ پاشا نے ماہ نور کو اغواء کر لیا ہے۔ سین بہت انٹرسٹنگ ہے مجھے پڑھنے دو ڈسٹرب مت کرو۔ "ثانیہ اسے تسلی دے کر جانے کا کہتی واپس ناول میں غرق ہو چکی تھی۔ عانیہ برے برے منہ بناتی وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ہارون میری جان اٹھ جاؤ۔ ناراضگی کسی مسئلے کا حل تو نہیں۔ "نگہت بیگم اسے پیار سے منانے کی کوشش کر رہیں تھیں۔

"جب تک وہ یہاں سے چلی نہیں جاتیں میں کسی سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ "وہ غصے سے کہتا اٹھ بیٹھا ۔

"بری بات ہے ہارون وہ ماں ہے تمہاری۔ تم اس کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کر سکتے۔ "انہوں نے اسے پیار سے سمجھانے کی ناکام کوشش کی۔

"جب وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئیں تھیں۔ تب میں انکا بیٹا نہیں تھا اور آج جب میں اس قابل ہو چکا ہوں کہ اپنے پیروں پہ کھڑا ہو سکوں تو انہیں یاد آ گیا ہے کہ انکا کوئی بیٹا بھی ہے۔ "اسکے لہجے میں غصے سے زیادہ تکلیف تھی۔ نگہت نے دکھ سے اسے دیکھا۔

"ایک بار مل لو وہ کب سے بیٹھی انتظار کر رہی ہے۔ "انہوں نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھیں لیتے ہوئے سہلایا۔

"کیسی عورت ہیں آپ جس نے آپ کے حق پہ ڈاکہ ڈالا اس کی اتنی حمایت۔ "ہارون نے تاسف سے انہیں دیکھا۔

"وہ تمہاری ماں ہے اس حقیقت کو تم جھٹلا نہیں سکتے اور میں نے تمہاری تربیت ایسی نہیں کی کہ تم اس طرح کسی مہمان کی بے عزتی کرو۔ "وہ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میری ماں صرف آپ ہیں۔ آپ کے کہنے پہ مل لیتا ہوں۔ دوبارہ نہیں ملوں گا۔ "وہ بستر سے نیچے اترا اور انگلی اٹھا کر بولا۔

"تم اسے معاف کر دو میری بس یہی خواہش ہے۔ "

"جو کہ آپ جانتی ہیں میں نہیں کروں گا۔"

"معاف کرنے والے کا ظرف بڑا ہوتا ہے۔ معاف کرنے سے تم چھوٹے نہیں پڑ جاؤ گے۔ وہ اپنے کیئے پر نادم ہے۔"

"مما آپ پتہ نہیں کس مٹی سے بنی ہیں۔ "وہ پاؤں پٹختا ڈرائنگ روم تک آیا تھا جہاں جیۂفر اسکی منتظر تھیں۔ اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئیں اور والہانہ انداز میں اسکے قریب بڑھیں۔ ہائے ہارون نے مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔ وہ نہیں چاہتا تھا وہ اسے گلے سے لگائیں اور اسکے ارادے ریت کی چٹان ثابت ہوں۔ انہوں نے دکھ سے اسکی طرف دیکھا اور اسکا ہاتھ تھام لیا۔

ہارون کو ان کے ہاتھ میں لغزش محسوس ہوئی مگر اگلے ہی پل وہ اپنا ہاتھ انکے ہاتھ کی قید سے آزاد کروا کر انہیں بیٹھنے کا کہتا ان کے مقابل بیٹھ گیا۔

"جی کیسے آنا ہوا آپکا۔ "جب وہ کافی دیر بنا کچھ بولے اسے اپنی نظروں کے حصار میں لیے بیٹھی رہیں تو آخر ہارون نے پوچھا۔

"تمہیں ایک نظر دیکھنے اور معافی مانگنے۔ "وہ اپنے آنسو نہیں روک پائیں۔

"جب آپ جانتی ہیں کہ میں آپکو کبھی معاف نہیں کروں گا تو کیوں آتی ہیں مجھ سے ملنے پہلے امریکہ میں میرا پیچھا نہیں چھوڑا اب یہاں آ گیا تو یہاں بھی چلی آئیں۔ "وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بولا انداز میں لچک بالکل نہیں تھی۔

"تم چاہے معاف نہ کرو مگر میں خود کو تمہیں دیکھنے اور ملنے سے نہیں روک سکتی۔ "وہ اب بھی رو رہیں تھیں۔

ہارون کو انکے آنسو تکلیف دے رہے تھے۔ مگر ان آنسوؤں کا کیا جو اس نے انہوں کی یاد میں بہائے تھے۔

"اب آپ نے مجھے دیکھ لیا مل لیا اگر اجازت ہو تو میں جاؤں۔ "وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی رہیں وہ ان پہ ایک نظر ڈال کر باہر نکل گیا۔ نگہت نے جینی کو اپنے گھر میں ہی روک لیا تھا۔

دوپہر کے وقت سب لوگ گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے اپنے اپنے کمروں میں بند تھے۔ اسے کبھی اپنی ماں کے ساتھ ایسا سلوک کر کے خوشی نہیں ملتی تھی مگر نجانے کیوں وہ ہر بار ایسا ہی کرتا تھا۔ وہ چاہ کے بھی انہیں

معاف نہیں کر پا رہا تھا۔ پچھلے دو سال سے تو مسلسل اس سے ملنے آ رہی تھیں مگر وہ تھا کہ انہیں دیکھ کر غم کی نئی بھٹی میں جلنے لگتا۔ وہ اب اس بات سے چڑ گیا تھا کہ نگہت بیگم نے جینی کو گھر پہ کیوں روکا اسلام آباد میں ہوٹل ختم ہو گئے تھے کیا۔ وہ اسی غصے میں تپتی دوپہر میں گھر سے باہر نکل گیا۔ وہ یونہی سڑک پہ چلتا رہا اسکا گھر جانے کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا۔ اسی لیے وہ گھر کے سامنے والے پارک میں چلا گیا۔ اتنی گرمی میں کون آتا وہاں پورا پارک خالی پڑا تھا۔ اسکا پالتو کتا گھر سے ہی اسے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ وہ بینچ پہ لیٹ گیا اور سر پہ پہنا Hat منہ پہ رکھ لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ثانیہ کا کچھ اسکیچ کرنے کا دل چاہ رہا تھا۔ گھر میں بہت بوریت ہو رہی تھی۔ وہ اپنی اسکیچ بک لے کر گھر سے نکل آئی۔ گھر کے قریبی پارک تک آتے آتے وہ پسینے سے شرابور ہو چکی تھی۔ یہ پارک اسکا پسندیدہ تھا اور تنہائی بھی اور تنہائی تو اسی دوپہر کیں مل سکتی تھی۔ کیونکہ شام ڈھلتے ہی کئی بچے کھیلنے اور بڑے واک کرنے تشریف لے آتے تھے۔ اسنے سنسان سڑک پہ ایک نظر دوڑائی اتنی گرمی اور دھوپ میں اسے کوئی ذی روح دیکھائی نہیں دیا تھا۔ وہ پارک کے قریب پہنچ چکی تھی اسے اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی اسنے پیچھے مڑ کے دیکھا۔ اور پھر سر پہ پاؤں رکھ کے بھاگ کھڑی ہوئی۔ اسے کتوں سے بے حد خوف محسوس ہوتا تھا۔ پارک کے گیٹ تک پہنچتے تک اسکا سانس پھول چکا تھا۔ اسنے دیکھا وہاں بینچ پہ کوئی لڑکا لیٹا ہے وہ بھاگتے ہوئے اس کے قریب گئی۔ کتا بھونکتے ہوئے اسکے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ ثانیہ بنا اجازت ہی بینچ کے اوپر چڑھ گئی۔ ٹوپی والے نے چہرے سے ٹوپی ہٹا کر ناگواری سے اسے دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ کتا اب آ کر اس اجنبی کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

"یہ کتا میرے پیچھے لگ گیا تھا مجھے کتوں سے بہت ڈر لگتا ہے پلیز اسے یہاں سے باہر نکالیں۔" وہ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ بولی۔ جینز پہ شارٹ شرٹ پہنے دوپٹہ مفلر کی صورت گلے میں ڈالے لمبے گھنے سیاہ بالوں کی پونی ٹیل بنائے سانولی رنگت بڑی بڑی آنکھوں میں خوف لیئے وہ اسکے سامنے بینچ پہ کھڑی اسکے شیر دل کو کتا بلا رہی تھی۔

"آپ نے میرے شیر دل کو کتا کہا۔" ہارون نے اسے ناگواری سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"شیر دل۔۔" ثانیہ نے حیرت سے گنگ آواز میں کہتے ہوئے ایک نظر کتے پر اور ایک اسکے مالک پہ ڈالی۔ بلیک جینز پہ وائٹ ٹی شرٹ پہنے بکھرے ماتھے پہ بکھرے بال نیلی آنکھوں اور سفید رنگت والا اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"جیسے انسان کو انسان کہا جاتا ہے ویسے کتے کو کتا ہی کہا جائے گا۔" وہ اپنی حیرت پہ قابو پا کر بولی۔

"اسکا نام شیر دل ہے۔ "وہ غصے سے بولا۔

"جیسے آپ انسان ہیں میں آپکو خلائی مخلوق نہیں کہہ سکتی۔ اسی طرح میں اس کتے کو شیر دل نہیں کہہ سکتی۔ " وہ زور دے کر بولی۔

"ہائے میرا شیر دل۔ "ساتھ آہ بھی بھری۔

"کیوں شیر دل آپکے بوائے فرینڈ کا نام ہے۔ "وہ منہ بنا کر بولا۔ ہارون اپنی شان میں گستاخی برداشت کر سکتا تھا مگر شیر دل کی شان میں نہیں۔

"کاش ایسا ہوتا ویسے وہ عکس کا ہسبنڈ ہے۔ مجھے آپ کو دیکھ کے لگا کہ اسکا نام خالص انگریزی میں ہو گا مگر ۔۔۔۔ "وہ بینچ سے نیچے اتری خوف کی شدت اب قدر کم تھی۔ اسکا مالک اب اسے اسکے ہاتھوں مرنے سے بچا سکتا تھا۔

"یہ عکس کون ہے۔ "ہارون کو شرمندگی نے گھیرا۔ ہو سکتا ہے اسکی کوئی سہیلی یا بہن کزن وغیرہ ہو۔

"عمیرہ احمد کے ناول کی ہیروئن۔ "وہ مزے سے بولی۔ عمیرہ احمد اور عکس سے وہ قطعی واقف نہ تھا لفظ ناول سے وہ سمجھ گیا تھا کہ اس شیر دل نامی بندے کا کوئی وجود نہیں ہے اس دنیا میں۔

"آپ جا سکتی ہیں شیر دل اب میرے پاس ہے آپکو کچھ نہیں کہے گا۔ "ہارون نے گفتگو سمیٹ دی۔ وہ شکل سے پکا انگریز اور زبان سے پکا پاکستانی لگ رہا تھا۔ اسکی اردو بہت صاف تھی۔

"آپ اسے شیرو بھی بلا سکتے ہیں۔ "ثانی نے اسے مفت مشورے سے نوازا۔

"مجھے اسے شیر دل ہی بلانا ہے۔ "وہ بھلا ایسے کسی کا بھی مشورہ تھوڑی ماننے والا تھا۔ ثانیہ منہ بناتی چلی گئی۔

یہ نیلی آنکھیں پہلی بھی کہیں دیکھی ہیں۔ اس نے ذہن پہ زور دیا مگر کچھ یاد نہ آیا تو بیٹھ کر اپنا کام کرنے لگی۔

وہ واپس بینچ پر اپنی سابقہ پوزیشن میں لیٹ گیا تھا۔ وہ اپنے کام میں اتنا کھوئی تھی کہ شام ہونے کا پتہ ہی نہیں چلا۔ شام ہوتے ہی لوگ واک اور بچے کھیلنے کے لیے آ گئے تھے۔ اس نے دیکھا وہ ابھی تک ویسے ہی لیٹا تھا۔ اسے اتنی گرمی میں یہاں لیٹ کر کیا سکون محسوس ہو رہا ہے۔ شام ہوتے ہی ہوا چلنے لگی تھی۔ موسم خاصا خوشگوار ہو گیا تھا۔ اسکا شیر دل ویسے ہی اسکے پاس بیٹھا تھا۔ کبھی وہ اٹھ کے ٹہلنے لگتا اور کبھی واپس اپنے مالک کے پاس بیٹھ جاتا۔ ثانیہ کا کام ختم ہو گیا تھا وہ اپنی چیزیں سمیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایک دل چاہا اسے اٹھائے جا کر مگر پھر وہ اپنا ارادہ ترک کرتی اپنے گھر کی جانب بڑھ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"مما آپ کہاں جا رہی ہیں۔ "ساجدہ کو اپنی پیکنگ کرتا دیکھ کر ثانیہ نے پوچھا۔ انداز نارمل تھا آئے روز کہیں بھی جانا انکا معمول تھا۔

"میں اور تمہارے پاپا دس، پندرہ دن کے لیے کینڈا جا رہے ہیں۔ ارادہ تھا کہ تم دونوں کو بھی لے جاتے مگر عانیہ کے ایگزیمز ہیں۔ تمہیں اس کے پاس رکنا ہو گا اسے اکیلا چھوڑ نہیں جا سکتے۔ "وہ ان کی بات پہ سر ہلاتی اپنے کمرے میں آ گئی۔ بابا کا تو بزنس ٹور تھا مما گھومنے جا رہی تھیں۔

"مجھے واقع ہی کوئی جاب کرنی چاہیے۔ ورنہ گھر پہ رہ رہ کر میں پک جاؤں گی۔ پاپا سے بات کرتی ہوں ان کے آفس میں تو بالکل کام نہیں کروں گی۔ "اس نے سوچا۔ اور رات کے کھانے پہ ان سے انہیں اپنا ارادہ بتایا۔

"میں کرتا ہوں کسی سے بات۔ "انہوں نے سر اثبات میں ہلایا۔

"کسی سے بات کرنے کی ضرورت نہیں میں کوئی این جی او جوائن کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم کب سے ان کاموں میں پڑ گئی۔ "ثانیہ کی بات پر ساجدہ بیگم نے حیرت سے کہا۔

"ان کاموں میں کیا مما یہ اچھا کام ہے لوگوں کی مدد کرنا چاہتی ہوں اور بس۔"

"تم مسسز دُرانی کی این جی او جوائن کر لو۔"

"میں وہ این جی او جوائن کروں گی جو لوگوں کی فلاح کے لیے کام کرے نہ کے اپنی۔ "مما کے مشورے پہ اسے غصہ تو بہت آیا گر ضبط کر گئی۔

"تم ایسا کیسے کہہ سکتی ہو۔ وہ بہت کامیابی سے اپنا ادارہ چلا رہی ہیں۔ "ساجدہ کو اسکی بات بالکل پسند نہیں آئی۔

"جی بالکل وہ بہت کامیابی سے لوگوں سے ڈونیشن لے کر اسے اپنے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرواتی ہیں۔ "ثانیہ کے انداز میں طنز کی کاٹ واضح تھی۔

"وہ اگر پیسے اپنے اکاونٹ میں رکھتی ہے تو اسکا ادارہ کیسے چل رہا ہے۔"

"کروڑوں میں سے لاکھوں لگا کر وہ قابل قبول کام کر لیتی ہیں بس۔ اسی لیے ابھی تک انکا ادارہ چل رہا ہے اللہ انہیں ہدایت دے۔ "وہ کہہ کر اٹھ گئی۔ اگلے دن اس نے کافی جگہ اپلائے کیا تھا کسی بھی جگہ سے آفر آ جاتی وہ اپنا کام ایمانداری سے کرنا چاہتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہارون رات گئے گھر واپس آیا۔ تو سب لوگ کھانے میں مشغول تھے۔

"ہارون کھانا کھالو۔ "نگہت نے اسے دیکھتے ہی آواز دی۔

"آپ لوگ انجوائے کریں میں کھا چکا۔ "اسکے لہجے کی کاٹ نے جینی کے دل کو زخمی کر دیا تھا۔ وہ کہہ کر چلا گیا۔ جینی کو کھانا زہر لگنے لگا۔

"آپ کھانا کھائیں وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ "نگہت نے انہیں تسلی دی۔ سعید صاحب اپنا کھانا ختم کر کے چلے گئے تھے۔

"تم بہت بڑے دل والی ہو۔ میں نے اتنی اعلی ظرف عورت اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔ "وہ رو دیں۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ ماضی تھا گزر چکا۔ "

"میں دل سے چاہتی ہوں ہارون سب بھول کر تمہیں معاف کر دے۔ مگر نجانے کیوں وہ اتنی تنگ دلی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ "وہ افسردگی سے بولیں۔

"اگر وہ تمہارا بیٹا ہوتا تو شاید تمہاری طرح اعلی ظرف ہوتا وہ میرا بیٹا ہے شاید اسی لیے وہ اتنی کم ظرفی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ "جینی نے دکھ سے کہا۔

"ایسا نہیں ہے اسکی تربیت میں نے کی ہے۔ وہ کبھی اتنا تنگ دل اور کم ظرف ثابت نہیں ہو گا کہ مجھے شرمندگی سے یہ کہنا پڑے کہ اس نے میری کوکھ سے جنم نہیں لیا چاہے یہ حقیقت ہے مگر میں نے اسے خود سے بڑھ کے چاہا ہے۔ وہ بھی میرا سر جھکنے نہیں دے گا۔ بہت جلد وہ تمہیں معاف کر کے یہ ثابت کر دے گا۔ "ان کے لہجے میں اپنے بیٹے کے لیے فخر تھا مان تھا۔ جینی نے سر ہلا دیا۔

وہ اپنے کمرے میں آیا اور کوئی انگلش ہارر مووی لگا کر بیٹھ گیا۔ نگہت اسکا کھانا لے کر آئیں تھیں۔

"کیا تم یہ فضول انگریزی فلمیں دیکھتے رہتے ہو۔ "انہوں نے ناگواری سے کہا۔

"انگریز ماں کا جو بیٹا ہوں۔ "وہ نروٹھے پن سے بولا۔ نگہت نے اپنی بے ساختہ امڈتی مسکراہٹ کو بمشکل روکا۔

"اچھا کھانا کھالو۔ "انہوں نے اسکی فیورٹ بریانی اسکے سامنے رکھی۔

"جب تک وہ یہاں ہیں میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔ "ہارون کا دل بے ایمان ہوا مگر پھر وہ مضبوطی سے بولا۔

"کھانا کھالو وہ کل واپس جا رہی ہے۔ اس سے تمہارا یہ رویہ سہا نہیں جا رہا وہ اور برداشت نہیں کر پائے

گی۔" انہوں نے بریانی کی پلیٹ اسکے ہاتھ میں تھمائی۔

"کیونکہ وہ آپ جتنی بہادر نہیں ہیں جو یہ سب سہہ جائیں۔ "ہارون کو ان کے جانے کا سن کر دکھ ہوا تھا مگر وہ خود کو سنبھال گیا۔

"تم کھانا کھاؤ خاموشی سے اور یہ فضول فلمز کم دیکھا کرو۔ "وہ کہہ کر چلی گئیں۔ اسے بریانی اچھی نہیں لگ رہی تھی ہر چیز سے دل اچاٹ ہو گیا تھا

نہ اسے انکا وجود گوارا تھا نہ انکی غیر موجودگی اسے سکون دیتی تھی۔ وہ عجیب کشمکش کا شکار تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ساجدہ بیگم اور احسان صاحب کینڈا چلے گئے تو گھر بالکل ہی خالی محسوس ہونے لگا تھا۔ جاب انٹرویو کی کال نہیں آئی تھی۔ اس لیے آجکل بوریت اپنے عروج پہ تھی کچھ کرنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ عانیہ اپنے پیپرز کی تیاری میں مصروف تھی فارغ بھی ہوتی تو اسکا دل جلانے کے سوا اور کرتی بھی کی۔ شام ڈھلے وہ پھر سے پارک پہنچ گئی تھی۔ وہ اداس شہزادہ آج پھر سے وہاں بیٹھا تھا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ کر کھیل کود کرتے بچوں کو دیکھنے لگی۔ اسکا شیر دل آج بھی اسکے ساتھ تھا۔ وہ کوئی آدھا گھنٹہ وہاں بیٹھی تھی پھر اٹھ کر واپس گھر آگئی۔ ہارون نے اسے بیٹھے دیکھا اور پھر اٹھ کر جاتے نجانے کیوں اسے وہ اپنی طرح تنہا لگی تھی۔ مگر فی الحال تو وہ جینی کے اسے بنا ملے واپس جانے پہ اپ سیٹ تھا۔

صفیہ کے ابا کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ گاؤں جانے کی اجازت طلب کر رہی تھی۔ ثانیہ نے اسے چھٹی دے دی۔ وہ اپنے بیٹے بہو اور شوہر کے ہمراہ گاوں روانہ ہو گئی۔ اسکا بیٹا انکا ڈرائیور جبکہ شوہر چوکیدار تھا۔

"ایک تو ان غریب لوگوں کے ڈرامے ختم نہیں ہوتے گروپ اسٹڈی کے لیے میں نے اپنے فرینڈز کو بلوایا تھا۔ اب کھانا کون بنائے گا۔ "عانیہ اس کے سر پہ کھڑی چلا رہی تھی۔

"تم کسی ریسٹورنٹ سے منگوا لو۔ اس میں اتنا ہنگامہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ "ثانیہ نے کوفت سے کہا۔

"کچھ لوگ پہلی بار آئیں گے۔"

"تو اس میں کیا ہے مجبوری کے حالت میں ایسے اقدام اٹھانے پڑتے ہیں۔ اب اگر ٹائم کم ہے صفیہ نہیں ہے تو ہم الٹا لٹک جائیں۔"

"نہیں ناں کھانا آڈر کر لو۔ "ثانیہ نے بات ختم کی۔ اگلے آدھے گھنٹے تک عانیہ تیار ہو کر اپنے فرینڈز کے ساتھ خود ہی ریسٹورینٹ چلی گئی تھی۔

"تو یہ تھی گروپ اسٹڈی اچھا ہوا۔ صفیہ چلی گئی ورنہ یہ لوگ ساری رات نہ سوتے نہ سونے دیتے خس کم جہاں پاک۔ "وہ شکر ادا کرتی اپنے کمرے میں آگئی۔

گھر بالکل ہی سنسان ہو گیا تھا رات کے بارہ بجنے والے تھے اور وہ بالکل اکیلی تھی۔ اس نے گیٹ پہ دیکھا چوکیدار نہیں تھا۔ اسے صحیح معنوں میں اب اپنی غلطی کا احساس ہوا ترس کھا کر اس نے کتنی بڑی بے وقوفی کا ثبوت دیا تھا۔ عانیہ ابھی تک نہیں آئی تھی اسکا دل ہولنے لگا۔ وہ گیٹ چیک کرنے نیچے آئی گیٹ کھلا تھا۔ ساتھ ہی اس نے عانیہ کو کال کی اسکا نمبر بند تھا۔

"یہ لڑکی مجھے جوتے پڑوائے گی۔ اس آفت کی ذمے داری مجھے سونپ گئیں مما۔ "اس نے پھر سے اسکا نمبر ٹرائے کیا وہ ابھی بھی بند تھا۔ اس نے گیٹ سے باہر جھانکا۔ سڑک خالی تھی اسے کوئی گاڑی آتی دیکھائی نہیں دی۔ وہ چونکی تو تب جب کھلے گیٹ سے ایک کتا گھر کے اندر داخل ہو گیا۔ وہ فوراً باہر نکلی۔ اور سامنے آتے آدمی سے ٹکرا گئی۔

"ارے آپ۔ "ہارون نے اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

"جی بالکل۔ "میں وہ پیچھے ہٹی۔

"وہ میرا شیر دل اپکے گھر کے اندر چلا گیا ہے۔ اصل میں میں نے اسے تھوڑا ڈانٹ دیا تو ناراض ہو گیا۔ "وہ وضاحت کرنے لگا۔

"چلا گیا ہے تو میں کیا کروں مجھے تو کتوں سے بہت ڈر لگتا ہے۔ "وہ دونوں گھر سامنے ہی کھڑے تھے۔

"دیکھیئے آپ اسے کتا مت کہا کریں۔ "ہارون نے اسے ٹوکا۔

"میں اسے شیر دل نہیں کہہ سکتی پہلے بھی بتا چکی ہوں۔ "وہ منہ بنا کر بولی۔

"آپ اپنے چوکیدار سے کہیے اسے باہر بھیجے۔ "اس نے مزید بحث ترک کرتے ہوئے کہا۔

"آپ خود جا کر لے آئیں اسے۔ "

"یونہی کسی کے گھر اس وقت جانا مناسب نہیں لگتا۔"

"یہ میرا گھر ہے اور میں آپکو اجازت دے رہی ہوں چوکیدار چھٹی پہ ہے۔ "وہ شان بے نیازی سے

بولی۔ وہ سر ہلاتا اندر گیا جب باہر آیا تو شیر دل اسکے ساتھ تھا۔

"آپ اتنی رات کو چوکیدار کے حصے کی ڈیوٹی کر رہی ہیں۔ "اس کے انداز میں شرارت تھی۔

"نہیں میں تو بس یونہی اپنی بہن کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ ابھی تک نہیں آئی۔ "وہ پھر سے پریشان ہو اٹھی۔

"تو گھر کے اندر جا کر اسے فون کریں۔ "اس نے آسان سا حل بتایا۔

"فون بند ہے اسکا۔ مما بابا تو مجھے ہی بولیں گے خود تو کینڈا چلے گئے۔ اس مصیبت کو میرے گلے ڈال گئے۔ "

وہ بڑبڑائی۔ ہارون کے کان خاصے تیز واقع ہوئے تھے اس نے اسکی پوری بات سن لی۔

"آپ گھر کے اندر جائیں گیٹ لاک کریں اور اسکا انتظار کریں۔ آ جائے گی۔ "اس نے اسے تسلی دی اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"ویسے بہت عقلمند واقع ہوئی ہیں۔ "وہ ہنسا۔ وہ جاتے جاتے رکی۔ اور سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا۔

"ایک جوان اجنبی لڑکا جس کا نام تک آپ نہیں جانتیں اسکو آپ نے یہ سب کتنے آرام سے بتا دیا کہ گھر پر کوئی نہیں آپ اکیلی ہیں۔ آپ واقع ہی اتنی معصوم ہیں۔ کہ آپ کو حالات کا علم نہیں یا بہت بے وقوف۔ "وہ حیرت سے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ واقع ہی بے وقوف تھی یہ سب بتا دیا اسے۔

"اللہ حافظ۔ "وہ تیزی سے کہتی گیٹ عبور کر گئی۔ اور جلدی سے لاک لگا لیا وہ واقع ہی ڈر گئی تھی۔ وہ اسکی بے وقوفی پہ ہنستا اپنے گھر کی جانب چل دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

عانیہ رات کے دو بجے واپس آئی تھے۔

"یہ کونسا طریقہ ہے اتنی رات گئے واپس آئی ہو۔ حد ہوتی ہے غیر ذمے داری کی۔ "ثانیہ نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"تم اپنے کام سے کام رکھو۔ "اسنے ناگواری سے کہتی اپنے کمرے کی جانب چل دی۔

"تم مجھ سے چھوٹی ہو اور اس وقت میری ذمے داری ہو جب تک مما بابا واپس نہیں آ جاتے تم اتنی رات کو کہیں نہیں جاؤں گی۔ "وہ اسے ڈپٹ کے بولی۔ عانیہ نے ایک نظر اس پہ ڈالی اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ وہ بھلا کہاں اسے اتنی اہمیت دیتی تھی۔ ثانیہ بھی سر جھٹکتی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ اسے وہی نیلی آنکھوں والا لڑکا یاد آیا۔

"کس قدر بے وقوفی کا مظاہرہ کیا تھا اس نے۔ "وہ خود کو ملامت کرتی سونے لیٹ گئی۔

اگلی صبح عانیہ کا پیر تھا ناشتے کے چکر میں وہ کچن کا ستیاناس کر کے گئی تھی۔ ثانیہ نے بکھروا سمیٹا اور اپنے لیے ناشتہ بنایا۔ آج اسے انٹرویو کے لیے جانا تھا۔ وہ ناشتے کے بعد تیار ہوئی اور انٹرویو کے لیے چلی گئی۔ جاتے ہوئے وہ گھر کو لاک کر گئی تھی۔ انٹرویو اچھا رہا تھا واپسی پہ اس نے لنچ باہر سے ہی کیا تھا۔ عانیہ گھر نہیں آئی ہو گی وہ گھر پہ جا کر کیا کرے۔ وہ یونہی ریسٹورنٹ میں بیٹھی رہی

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مما مجھے ابھی آفس جوائن نہیں کرنا۔ "وہ بضد تھا۔

"ہر بات میں ضد کرنا اچھا نہیں ہوتا۔"

"تمہارے بابا کی طبعیت خراب ہے۔ تم تھوڑی دیر کے لیے چلے جاؤ۔ "وہ اسے راضی کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"بس تھوڑی دیر کے لیے۔ "وہ آخر مان ہی گیا۔

"ٹھیک ہے میں کہہ دیتی ہوں ان سے۔ "وہ مسکرا کر کہتی چلی گئیں۔ وہ بھی منہ بسورتا تیار ہونے چلا گیا۔

"صفدر صاحب آفس کا کام سنبھال لیں گے۔ ایک کلائنٹ سے لنچ پہ ملنا تھا مجھے بہت امپورٹنٹ ہے۔ میں نہیں جا پاؤں گا تم چلے جاؤ۔ "انہوں نے ہارون کو تفصیل سمجھائی وہ سر ہلاتا چلا گیا۔

کلائنٹ سے کافی لمبی گفتگو ہوتی رہی تھی اس دوران انہوں نے لنچ کیا۔ وہ بل پہ کر رہا تھا جب اسے وہ ہال کے اندر داخل ہوتی دیکھائی دی۔ وہ کافی دیر بیٹھا ان سے باتیں کرتا رہا وہ اکیلی تھی۔ اس نے اپنے لیے کھانا آڈر کیا۔ جب وہ کھا چکی تو بل پے کرنے کے بعد بھی وہ وہیں بیٹھی رہی تھی۔ کلائنٹ اس سے ہاتھ ملا کر چلا گیا تو وہ اٹھ کر اس کے قریب آگیا۔

"تو دوسری فیورٹ جگہ یہ ہے آپکی۔ "وہ بے تکلفی سے کہتا اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"آپ یہاں۔ "وہ اسے دیکھ کر حیران ہوئی۔

"جی میں۔ "وہ مسکرا دیا۔

"نہیں میں یہاں لنچ کے لیے آئی تھی۔"

"گڈ میں بھی لنچ کے لیے آیا تھا۔ ہم دونوں ہی لنچ کر چکے ہیں۔ اب کافی پیتے ہیں۔ "اس نے خود ہی تجویز پیش کی اور ویٹر کو آڈر بھی دے دیا۔

"مجھے کافی نہیں پسند۔ "اس نے اعتراض کیا۔

"ان کے لیے آئس کریم لے آئیں۔ "ویٹر چلا گیا۔

"مجھے آئس کریم بھی نہیں پسند۔ "ثانی نے منہ بنایا۔

"مگر اب آپ کو کھانی پڑے گی۔"

"نہ جان نہ پہچان۔ "اسے اعتراض ہوا۔

"جان پہچان تو ہے ہاں مگر آپ میرا نام نہیں جانتی مس ثانیہ احسان۔ "وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں۔ "اسکا منہ حیرت سے کھلا پھر وہ خود پہ قابو پا کر بولی۔

"بدلے میں سامنے والے کا نام پوچھتے ہیں۔"

"سامنے والا خواہ مخواہ فری ہو رہا ہے۔ تو نام بھی خود ہی بتا دے۔"

"آپ گیس کرنے کی کوشش کریں۔ "وہ ہونٹوں پہ دلفریب سی مسکراہٹ سجائے بولا۔

"نہیں کر سکتی۔ "وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولی۔

"ہارون سعید۔ "اس نے تاسف سے سر ہلایا۔

"رونی۔۔ "ثانیہ کا منہ حیرت سے کھلا پھر وہ حیرت سے بولی۔

"جی بالکل۔ "وہ مسکرا دیا۔

"میں تمہیں بالکل نہیں پہچان پائی۔ تم نے مجھے کیسے پہچانا۔ "وہ خوش تھی رونی اسکا کلاس فیلو تھا فائیو کلاس کے بعد وہ امریکہ چلا گیا۔ کوئی پانچ سال بعد اسکی ملاقات اس سے دوبارہ ہوئی تھی ان کی کسی کلاس فیلو کی برتھ ڈے پارٹی پر جو بہت سرسری تھی اس لیے وہ اسے پہچان نہیں پائی تھی۔

"احسان انکل کے گھر کے سامنے کھڑی ہو کر تم اسے اپنا گھر بتا رہی تھی تو میں نے پہچان لیا تم بھی بہت بدل گئی ہو۔ "

"اففففف تو اس وقت کیوں نہیں بتایا۔"

"کیونکہ تم مجھے پھر گھر کے اندر چلنے کا کہتی اور میں اکیلی لڑکی کے گھر کے اندر کبھی نہ جاتا۔ "انداز میں شرارت تھی۔

"بہت بدتمیز ہو۔ "وہ برا مان گئی۔ وہ کافی دیر وہاں بیٹھے باتیں کرتے رہے تھے۔ وہ اسے گھر ڈراپ کرنے

بھی آیا۔ گھر پہ تالا اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ عانیہ ابھی تک واپس نہیں آئی۔

"تم میرے گھر چل سکتی ہو۔ "اس بے آفر دی۔

"نہیں پھر کبھی ابھی جا کر کچھ دیر آرام کروں گی۔ "اس نے سہولت سے انکار کر دیا۔

"عانیہ ابھی بھی ویسی ہے نک چڑی۔ "وہ ہنس کے پوچھ رہا تھا۔

"اس کے سامنے کہنا پھر بتائے گی تمہیں۔ "وہ ہنس کے کہتی گھر کے اندر چلی گئی۔ بچپن میں کم ہی اس کی رونی کے ساتھ بنتی تھی مگر آج نجانے کیوں اسے مل کے اسے بہت خوشی ہوئی تھی۔ ہارون عرف رونی نرا انگریز وہ ہمیشہ اسکا تعارف ایسے ہی کرواتی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں اور آتے ہی سو گئی تھی۔ عانیہ پھر رات گئے ہی واپس آئی تھی۔ ثانی نے اسے نہیں ٹوکا۔

"میں نے کھانا کھا لیا ہے تم کھا لو۔ "وہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ثانی کو بھوک نہیں تھی اور اب نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔ وہ کوئی مووی لگا کر دیکھنے لگی۔ اور پھر وہیں صوفے پہ سو گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح بہت دیر سے اسکی آنکھ کھلی تھی۔ عانیہ کا آج کوئی پیپر نہیں تھا مگر وہ پھر بھی غائب تھی۔ وہ نہا کر ناشتہ کرنے لگی۔

"اپوائنٹمنٹ لیٹر نجانے کب آنا ہے تب تک شاید میں بور ہو ہو کر مر جاؤں گی۔ "وہ بھی گھر کو لاک کر کے شاپنگ پہ چلی گئی۔ اپنے لیے کچھ کپڑے جوتے خریدے اب تو جاب ہو گی ضرورت پڑے گی وہ شاپنگ کے بعد اچھا سا لنچ کر کے گھر واپس آئی تھی۔

خالی گھر کھانے کو دوڑ رہا تھا۔ شام ہونے والی تھی وہ پارک چلی گئی۔ ہارون وہاں اپنے شیر دل کو واک کروانے لایا تھا۔ شیر دل مزے سے چہل قدمی کر رہا تھا جبکہ وہ بچوں کے ساتھ فٹ بال کھیل رہا تھا اور بچوں کے ساتھ بالکل بچہ بنا ہوا تھا۔ اسے پہلے دن والا ہارون یاد آیا یہ ہارون اس سے بالکل مختلف تھا۔ بچے اس کے ساتھ یوں گھل مل گئے تھے جیسے صدیوں سے جانتے ہوں۔ وہ اسے کھڑی ہو کر کافی دیر دیکھتی رہی تھی۔ پھر بیٹھ کر اپنا ادھورا اسکیچ مکمل کرنے لگی۔ جب فٹ بال بہت زور سے ہوا میں اڑتا ہوا آ کر اسکے کندھے پہ لگا تھا۔ وہ درد کی شدت سے کراہ اٹھی۔ ہارون بھاگتا ہوا اسکے قریب آیا۔

"بہت زور سے لگی کیا۔ "وہ پھولے ہوئے سانس کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔ ثانیہ نے کھا جانے والی نظروں سے

اسے گھورا۔ چہرے کی سرخ پڑتی رنگت صاف بتا رہی تھی کہ حملہ شدید نوعیت کا تھا۔

"آئی ایم سو سوری مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ اس طرف تم ہو۔ "وہ شرمندگی سے بولا۔

"اٹس اوکے۔ "ثانی نے دل پہ پتھر رکھ کے کہا۔ اور بازو کو موو کر کے چیک کرنے لگی کندھے پہ کافی چوٹ آئی تھی۔

"تم نے اتنی آسانی سے مجھے معاف کر دیا۔ "وہ حیران تھا بے حد۔

"تم سے لڑ کے، تمہیں دو باتیں سنا کر کیا حاصل ہو گا۔ یہ درد ٹھیک تو نہیں ہو جائے گا۔ "وہ آہستگی سے بولی۔ درد کی شدت سے اسکی آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں تھیں۔

"میں بے حد شرمندہ ہوں۔ "وہ سر جھکائے اس کے قریب بینچ پہ بیٹھا۔

"آئندہ احتیاط سے کھیلنا۔ "ثانیہ نے اسے تنبیہہ کی۔

"تم نے سچ مچ معاف کر دیا مجھے۔ تمہیں غصہ نہیں آیا مجھ پہ میری وجہ سے تکلیف پہنچی تمہیں۔ "وہ ابھی تک حیران تھا۔

"تم نے معافی مانگ لی میں نے معاف کر دیا۔ معاف کرنے سے کوئی چھوٹا نہیں ہو جاتا میری نظر میں معاف کر دینے سے بڑا عمل کوئی نہیں۔ اللہ معاف کرنے والے کو پسند کرتا ہے اللہ بھی تو ہمیں ہماری کوتاہیوں پہ معاف کرتا ہے اور ہم چھوٹی سے چھوٹی غلطی بھی معاف نہیں کرتے۔ بے شک ہم خود کتنے خطاکار کیوں نہ ہوں۔ جب معافی مانگنے والا اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی غلطی تسلیم کر رہا ہے تو سامنے والے کو کم ظرفی کا مظاہرہ ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ "وہ سادگی سے بولی۔ وہ کئی ثانیے تحیر سے اسے دیکھے گیا۔ بات بہت سادہ اور عام سی تھی مگر آج اسے نئی معلوم ہو رہی تھی۔

"یہ تمہارا۔ "اس نے نیچے زمین پہ گری اسکی اسکیچ بک اٹھائی۔ "تم ابھی بھی اسکیچنگ کرتی ہو۔ "وہ حیران ہوا۔ اسے یاد آیا کلاس میں اسکی ڈرائنگ سب سے اچھی ہوتی تھی۔ اسنے سر کو ہاں میں ہلکی سی جنبش دی۔ وہ بغور دیکھنے لگا۔ وہ اسی کی تصویر تھی۔ جو ابھی ادھوری تھی۔ بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے اسکی پشت اور بالوں کو بہت خوبصورتی سے کاغذ پہ اتارا تھا۔

"بہت شاندار۔ "وہ سراہے بنا نہ رہ سکا۔ وہ مسکرا دی۔

"تمہیں میری تصویر ہی بنانی تھی تو تم مجھ سے کہتی میں تمہارے سامنے بیٹھ جاتا۔ "اسکے انداز میں شرارت

تھی۔

"ویسے ہی یہ منظر بہت حسین لگا تو سوچا آج اسے اسکیچ کرتے ہیں۔"

"آجکل لوگ یہ کام موبائل فون سے کرتے ہیں اور تم ہاتھ سے محنت کر رہی ہو۔" اس نے اسکیچ بک پہ کچھ لکھا۔

"یہ میرا شوق ہے مجھے یہ سب بنانا اچھا لگتا ہے۔" ثانیہ نے اسکے ہاتھوں کی حرکت کو بغور دیکھا۔ اس نے اسکیچ کے نیچے اپنے سائن کئے تھے اور ساتھ اپنا فون نمبر لکھا تھا۔

"چلو تمہیں گھر چھوڑ دوں۔" اس نے اسکا سامان اسکے بیگ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں چلی جاؤں گی۔" اس نے انکار کرنا چاہا۔

"میں تم سے اجازت نہیں لے رہا کہہ رہا ہوں کے چلوں تمہیں چھوڑ آؤں۔" اسنے اسکا بیگ اپنے کندھے پہ لٹکایا۔ وہ سر ہلاتی اس کے ساتھ چل دی۔ موسم کافی خوشگوار تھا شام کا وقت ٹھنڈی ہوا۔

"میں تو کہتا ہوں ڈاکٹر کو دیکھا لیتے ہیں۔" وہ بے حد فکر مندی سے بولا۔

"اب ایسی بھی گہری چوٹ نہیں ٹھیک ہو جاؤں گی۔ اللہ حافظ پھر ملاقات ہو گی۔" اسکا گھر آ چکا تھا شیر دل اور وہ اسے ڈراپ کر کے جا چکے تھے۔ کندھے میں کافی درد ہو رہا تھا وہ اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئی۔ عانیہ آج جلدی آ گئی تھی کھانا بھی پیک کر کے لے آئی۔

"تم بھی آ جاؤ یا تم کھا چکی۔" وہ اس سے پوچھنے اسکے کمرے میں آئی۔

"تم چلو میں آتی ہوں۔" وہ اٹھ کے آ گئی۔

"کل فائنل ہم آزاد ہو جائیں گے۔" وہ کھانا کھاتے ہوئے مزے سے بولی۔

"چلو مبارک ہو۔" ثانیہ نے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا۔

"پرسوں ہم لوگ آزاد کشمیر جانے کا سوچ رہے تھے۔"

"ممی پاپا کب آ رہے ہیں۔" وہ کھانا اپنی پلیٹ میں نکالنے لگی۔

"شاید دو چار دن لگ جائیں بات ہوئی تھی ان سے ایک ہفتہ بھی لگ سکتا ہے۔"

"انہوں نے تمہیں اجازت دے دی کہ تم مجھے اکیلا چھوڑ کر چلی جاؤ۔" وہ حیران تھی۔

"ہاں ممی نے کہا کہ ثانی کوئی بچی نہیں کہ اکیلی رہ نہ سکے۔" اسے اپنی ماں سے یہی توقع تھی۔

"عانی اگر صفیہ ہوتی تو مجھے واقع ہی مسئلہ نہ ہوتا۔"

"تو چھٹی بھی تو تم نے ہی دی اسے۔ "وہ لاپروائی سے بولی۔

"پھر بھی عانی میں اکیلے اتنے بڑے گھر میں نہیں رہ سکتی۔ "وہ حقیقتاً پریشان ہو گئی۔

"تو تم بھی چلو میرے ساتھ۔ "عانی نے اسے آفر دی۔

"مجھے تمہارے فرینڈز میں کوئی انٹرسٹ نہیں۔ "ثانیہ نے صاف جواب دیا۔

"اور مجھے تم میں تمہارے لیے میں اپنا ٹور کبھی کینسل نہیں کروں گی۔ "وہ کہہ کر چلی گئی۔ ثانیہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ اسکی بس ایک ہی بسٹ فرینڈ تھی جس کی چاہ ماہ پہلے شادی ہو چکی تھی اور اب وہ کینڈا جا چکی تھی۔

"اب جلنے کڑھنے کا کوئی فائدہ تو تھا نہیں۔ "وہ برتن سمیٹ کر سونے چلی گئی۔ درد کی شدت کو کم کرنے کے لیے اس نے پین کلر لے لی تھیں۔ اگلی صبح وہ کافی دیر سے بیدار ہوئی تھی۔ عانیہ جا چکی تھی اسکا ناشتہ کرنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ وہ جوس لے کر لاؤنج میں چلی آئی تبھی دروازہ پہ بیل ہوئی۔ وہ گلاس وہیں رکھ کر باہر چلی گئی۔

"تم یہاں۔ "وہ دروازے پہ ہارون کو دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی۔

"جی بالکل۔ "میں وہ مسکرایا۔ کھلا ٹراؤزر، ٹی شرٹ، کھلے بال وہ جس طرح بیدار ہوئی تھی۔ ابھی تک اسی حلیے میں تھی۔ ثانیہ نے اپنے حلیے کا بغور جائزہ لیا اور دل ہی دل میں خود کوسا۔

"خود کو ملامت کرنا بند کرو اور مجھے اندر بلاؤ۔ "وہ ہلکی سی مسکرہٹ ہونٹوں کی خراش میں دبائے بولا۔

"آؤ پلیز۔ "وہ شرمندگی سے کہتی فوراً پیچھے ہٹی۔

"یہ تمہارے لیے۔ "اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے اسے پھولوں کا بوکے پیش کیا۔

"یہ بھی ساتھ ہے تمہارے۔ "اس کے پیچھے شیر دل کو آتا دیکھ کر وہ اچھل کے پیچھے ہٹی۔

"میرے شیر دل کے ساتھ اسطرح بی ہیو کرنے والوں کے ساتھ دوستی تو دور میں سلام دعا بھی نہیں رکھتا۔ " وہ برا مانتے ہوئے بولا۔

"مجھے بس ڈر لگتا ہے۔ مقصد ان قابل احترام کتا جی کی انسلٹ کرنا نہیں۔ "اس نے وضاحت پیش کی۔

"کتا جی۔ "ہارون نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"میں اسے شیر دل نہیں کہہ سکتی ہاں شیرو کہہ دیا کروں گی۔ "ثانیہ نے ایک نظر کتے پہ ڈال کر اسے دیکھا۔

"شیرو کہنے میں بھی ان کی عزت ہی ہے اور ان کی انسلٹ میرا مقصد کبھی بھی نہ تھا۔"

"چلیں آپ کہتی ہیں تو مان لیتا ہوں۔ "وہ اسے ساتھ لے کر گھر کے اندر داخل ہو گئی۔ اس بے پھولوں پہ لگے کارڈ کو دیکھا۔

"گیٹ ویل سون۔ "لکھا دیکھ کر وہ مسکرا دی۔

"پھولوں کے لیے بہت شکریہ۔ "اس نے پھول نکال کر گلدان میں سجا دیئے۔

"بڑی جلدی یاد آ گیا۔ "وہ مسکرا کر کہتا خود ہی بیٹھ گیا اور سامنے رکھا جوس کا گلاس اٹھا کر پینے لگا۔

"بہت ہی اچھے مہمان ہو تم۔ "وہ ہنس دی۔

"مجھ سے زیادہ دیر تکلف نہیں برتا جاتا۔"

"اچھی بات ہے ناشتہ کر چکے یا بناؤں۔ "وہ اسکے سامنے کھڑی پوچھ رہی تھی۔

"تمہارا کندھا زخمی ہے۔ ناشتہ میں بناتا ہوں تمہارے لیے۔ "وہ فوراً کھڑا ہو گیا۔

"ارے نہیں میں بنا لوں گی۔ "اسکے لاکھ منع کرنے کے باوجود ہارون نے اسکی ایک نہیں سنی تھی۔ وہ دوپہر تک بیٹھا اس سے باتیں کرتا رہا تھا۔ اس کے پاس اسے سنانے کے لیے بہت قصے تھے وہ مسکرا کر سنتی نہیں۔ اسکا بھی ثانیہ کی طرح کوئی دوست نہیں تھا۔

"مما لنچ پہ ویٹ کر رہی ہوں گی نہیں گیا تو وہ انتظار کرتی رہیں گی کھانا نہیں کھائیں گیں۔ "اسکی نظر اچانک رسٹ واچ پہ ٹھہری وہ عجلت میں کہتا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ہر طرح پھر سے دبیز خاموشی کی تہہ جم گئی۔ عانیہ اسکے لاکھ منع کرنے کے باوجود چلی گئی تھی۔ وہ بالکل تنہا رہ گئی تھی۔

اسکا اپوائنٹمنٹ لیٹر آ چکا تھا وہ شکر ادا کرتی اپنی جاب پہ چلی گئی۔ بچوں کے ساتھ سب سے تعارف میں اسکا دن بہت اچھا گزرا تھا بوریت کا احساس نہیں ہوا تھا۔ شام ڈھلے وہ گھر واپس آئی تھی سرمئی شام ہر طرف چھائی خاموشی لمحہ بہ لمحہ گہری ہوتی رات اسکا دل ہولنے لگا۔ وہ گیٹ لاک کر کے کمرے میں دبک گئی۔ عجیب سا خوف طاری ہو گیا تھا اس پہ وہ اپنی مدد کے لیے بھی کسی کو نہیں بلا سکتی تھی۔ تھا ہی کون اسکا اسکا حلقہ احباب کبھی اتنا وسیع نہیں رہا تھا۔ وہ کمبل میں منہ گھسیٹر کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔ رات کے تین بجے اچانک گیٹ پہ بیل ہونے لگی تھی۔ ثانیہ کا دل اچھل کے حلق میں آ گیا۔ اس نے مندی مندی آنکھیں کھول کے وقت دیکھا۔

"اس وقت کون ہو سکتا ہے۔ "اس نے اپنے ذہن کو بمشکل جگایا۔ اس کا موبائل بھی مسلسل بج رہا تھا اس نے جلدی سے نمبر دیکھا۔

"مما۔ "وہ حیران ہوتی اٹھ بیٹھی۔ اور کال رسیو کی۔

"ہم باہر کھڑے ہیں۔ عانیہ کا نمبر بند ہے اور تم فون نہیں اٹھا رہیں۔ چوکیدار کہاں مر گیا ہے۔ دروازہ کھولو۔ "ان کی بات سنتے ہویے وہ خود پر سے کمبل ہٹاتی باہر کی جانب بھاگی۔ اس نے گیٹ جلدی سے کھولا۔ سامنے مما بابا کو دیکھتے ہوئے اسکی جان میں جان آئی تھی۔

"کہاں ہے چوکیدار۔ عانیہ کا نمبر کیوں بند ہے صبح سے تمہیں ٹرائے کر رہے ہیں مگر تم نے فون اٹھانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ ٹیکسی لے کر گھر آئے اور پھر کوئی گیٹ نہیں کھول رہا جانتی ہو ہم کتنا پریشان ہو گئے تھے۔ " ساجدہ اس کے سر پہ کھڑی اسکی کلاس لے رہی تھیں۔

"وہ صفیہ کے ابا بہت بیمار تھے اس نے کہا کہ وہ سب کو لے کر گاؤں جانا چاہتی ہے میں نے چھٹی دے دی انہیں۔ "اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"صفیہ کے ابا بیمار تھے اسکی بہو سفینہ کے تو نہیں اسے ہی روک لیتیں۔ تم اسکے میاں کے ساتھ جب صفیہ واپس آتی تو یہ لوگ چلے جاتے جب دیکھا کہ میں گھر پہ نہیں ہوں تو کیسے بہانہ بنا کر چھٹی کر لی یہ آئے اسکی تو میں خبر لیتی ہوں۔ "وہ بے حد طیش میں آ چکی تھیں۔

"کہاں یہ عانیہ بلاؤ اسے۔ "وہ صوفے پہ براجمان ہوئیں جہاں احسان صاحب پہلے ہی سر تھامے بیٹھے تھے۔

"وہ آزاد کشمیر گئی ہے اپنے فرینڈز کے ساتھ۔ "ثانیہ کا لہجہ سرسری تھا۔

"کیا۔۔؟ "وہ صوفے سے یوں اچھل کے کھڑی ہوئیں جیسے وہاں کانٹے اگ آئے ہوں۔

"کیوں وہ آپ ہی سے تو پوچھ کر گئی ہے۔ "اب کے حیران ہونے کی باری ثانیہ کی تھی۔

"مگر میری تو اس سے بات ہی نہیں ہوئی۔ "ساجدہ بیگم نے کہا۔

"اس نے تو کہا کہ آپ نے اسے اجازت دے دی ہے۔ "ثانیہ ابھی تک نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ عانیہ نے جھوٹ کیوں کہا۔

"تم اسے چھوڑو وہ تم سے چھوٹی ہے نا سمجھ ہے تمہاری ذمے داری تھی وہ میں اسے تمہارے بھروسے چھوڑ کے گئی اور تم نے مجھ سے پوچھنا تو دور بتانا بھی مناسب نہ سمجھا کہ وہ جا رہی ہے۔ "وہ اسے ہی بلیم کرنے لگیں۔

"اس میں میرا کیا قصور۔ میں نے اسے بہت منع کیا تھا مگر وہ نہیں مانی۔ اس نے کہا کہ آپ لوگ ایک ہفتے بعد آئیں گے اور ممی نے کہا کہ ثانیہ بچی نہیں کہ اکیلی نہ رہ پائے۔ "وہ منہ بنا کر بولی۔

"تم نے تو بچوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ تن تنہا گھر میں رہ رہی ہو حد ہو گئی ہے۔ "وہ غصے سے گویا ہوئیں۔

"اب بس کر دو ساجدہ باقی کی کلاس صبح لے لینا قصور تمہاری لاڈلی کا بھی ہو تب بھی تم نے ثانیہ کو ہی ڈانٹنا ہوتا ہے۔"

"جاؤ بیٹا سو جاؤ جا کر۔ "احسان صاحب نے اسکی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھیں تو اسے جانے کا کہا۔

"کیا ضرورت تھی مجھ سے جھوٹ کہنے کی اگر وہ اجازت مانگتی تو مما اسے کبھی انکار نہ کرتیں۔ اس سب کے پیچھے بھی اسکا مقصد اسے ڈانٹ پڑوانا اور غیر ذمے دار ثابت کرنا تھا۔ اسے مما کو فون کر کے کنفرم کرنا چاہیے تھا غلطی اسی کی تھی جو اس پہ بھروسہ کیا۔ "وہ یہی سب سوچتی سونے لیٹ گئی۔

وہ اپنے کام میں کچھ ایسی مصروف ہوئی کہ صبح سے رات کب ہوتی اسے پتہ ہی نہ چلتا۔ پارک جانا اسکیچ بنانا ناولز سب کچھ کہیں پیچھے چلا گیا تھا ان دنوں اسکا مقصد ان بچوں کی فلاح کے لیے کام کرنا تھا۔ آج اسکی چھٹی تھی وہ دیر سے بیدار ہوئی باقی کا دن اس نے اپنی چیزوں کی ترتیب سیٹ کرنے میں گزاری۔ شام تک وہ کافی تھک گئی تھی۔ چائے پیتے ہوئے اسکا دل کچھ اسکیچ کرنے کا چاہا وہ اسکیچ بک لے کر پارک چلی گئی۔ بچے مزے سے فٹ بال کھیل رہے تھے۔ مگر وہاں ہارون نہیں تھا۔ وہ مسکرا کر اسکیچ بنانے لگی۔

اس نے ہارون کا اسکیچ بنایا کافی دیر کے بعد وہ مکمل ہوا۔ تب بھی وہ نہیں آیا تھا اسکا دل چاہا وہ کہیں سے آ جائے۔ وہ اسے مس کر رہی تھی۔ وہ حیران ہوئی۔ ہاں وہ اپنی زندگی میں خود کو اہمیت دینے والے پہلے شخص کو یاد کر رہی تھی۔ اسکی نظر اداس سے شیر دل پہ پڑی وہ اسے دیکھ کر حیران ہوئی۔ وہ آج اکیلا تھا اسکا مالک نہیں تھا۔ وہ شیر دل کے پاس چلی گئی۔ آج اسے اس سے ڈر نہیں لگا۔

رات ہونے والی تھی وہ گھر جانے لگی۔ شیر دل اسکا پیچھا کرتے ہوئے اسکے ساتھ آیا تھا۔ اسے ڈھونڈھنے تو آئے گا کسی خیال کے تحت وہ شیرو کو اپنے ساتھ گھر لے گئی۔ رات گزر گئی وہ نہیں آیا وہ حیران تھی۔ اس نے اسکا نمبر ٹرائے کیا وہ بند تھا۔ عجیب بندہ ہے خیر کوئی بات نہیں صبح ہوتے ہی شیرو باہر چلا گیا۔ اگلی رات وہ پھر وہیں تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ہارون بزنس ٹور پر دبئی گیا تھا ایک ہفتے کے لیے۔ بابا کے کہنے پر اس نے آفس جوائن کر لیا تھا۔ وہ شیر دل کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا۔ نگہت بیگم کو وہ خاص تاکید کر کے گیا تھا کہ اس کے شیر دل کا خیال رکھا جائے۔ شیر دل چار دن سے لاپتہ تھا بہت ڈھونڈا مگر نہیں ملا آج ہارون کی واپسی تھی۔ وہ بے حد فکر مند تھیں کہ وہ آتے ہی

شیر دل کے بارے میں پوچھے گا۔ اور وہی ہوا جس کا ڈر تھا وہ رات چار بجے پہنچا اور پھر شاور لے کر آیا۔ اسکا پہلا سوال یہی تھا کہ۔

"شیر دل کہاں ہے نظر نہیں آ رہا۔"

"تم سو جاؤ شیر دل سے صبح مل لینا۔ "انہوں نے اسے ٹالا۔

"نہیں وہ میری آمد پر اپنے کمرے میں رہ ہی نہیں سکتا۔ کیا وہ گھر پر نہیں کہیں اسے کچھ ہو تو نہیں گیا۔ "وہ بے حد فکر مند تھا۔

"نہیں کچھ نہیں ہوا بس چار دن سے گھر نہیں آیا "انہوں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"چار دن سے لا پتہ ہے اور آپ مجھے اب بتا رہی ہیں۔ "وہ شدید غصے کے عالم میں بولا۔

"ہم نے بہت ڈھونڈھا نہیں ملا اور تم وہاں بیٹھ کر کیا کر لیتے۔ "وہ اس کے طرز تخاطب پہ خفا ہوئیں۔

"پھر بھی کچھ تو کرتا۔ "اب کے اسکا لہجہ دھیما تھا۔ وہ ٹریک سوٹ میں ملبوس جاگنگ کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ اٹھ کر باہر نکل گیا۔

"اگر شیر دل نہ ملا یا اسے کچھ ہو گیا تو۔ "وہ یہی سب سوچتا جوگنگ کرنے لگا مگر وہ تھوڑا سا بھاگ کر ہی ہانپنے لگا تھا۔ شیر دل ہمیشہ اس وقت اسکے ساتھ ہوتا تھا۔ ثانیہ جاگنگ کرتے ہوئے اسکے پاس سے گزری تھی۔ اسے پیچھے چہل قدمی کرتے شیر دل کو دیکھ کر ہارون کی آنکھیں حیرت سے باہر آ گئی تھیں۔ شیر دل تھوڑا آگے جا کر واپس پیچھے کی جانب بھاگا اور آ کر ہارون کے پاؤں چاٹنے لگا۔ ثانیہ اس کے پیچھے جانے پر رک گئی تھی۔ مڑ کر دیکھنے پر اسے مجسمہ کی صورت کھڑا ہارون نظر آیا۔

"ارے آپ۔ "وہ اسکے قریب رک کر بولی۔

"شیر دل تمہاری نسل کو تو وفادار ہونے کی سند ملی ہوئی ہے۔۔ مجھ سے اتنی بے وفائی کے چار دن میں تم نے پارٹی بدل لی۔ "وہ از حد دکھ سے کہتا اسکے سر پہ ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں بس میری اور شیرو کی دوستی ہو گئی ہے۔ "وہ بھی پنجوں کے بل زمین پہ بیٹھ کر اسکی کمر سہلانے لگی۔

"تو یہ چار دن سے آپ کے ساتھ تھا۔"

"جی بالکل غالباً آپ اس شہر میں نہیں تھے ورنہ تو اسے ایک گھنٹہ میرے گھر نہ رکنے دیتے۔ یہ آپکو بہت مس

کر رہا تھا میں نے سوچا اسکی بوریت دور کی جائے تو اس سے دوستی کر لی۔ "وہ مسکرائی۔

"ویسے بہت شکریہ آپ نے اسکا خیال رکھا۔ورنہ مجھے تو لگا کہ میں نے اسے کھو دیا۔"

"ڈونٹ وری آئندہ بھی ضرورت پڑے تو شیرو کے لیے میرا گھر حاضر ہے۔ "وہ مسکرا دی۔

"آپ اور یہاں اس وقت۔ "وہ اب اسے سے پوچھ رہا تھا۔

"سوچا کہ کوئی جاگنگ ہی کر لوں ویٹ گین ہو رہا ہے میرا۔ "وہ گردن کو ہلا بولی۔ اسکی پونی ٹیل اسکی گردن کی ہلکی سے جنبش پر ہی زور زور سے ہلنے لگتی تھی۔

"آپ کو ویٹ گین کرنے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ آپ نے مزید ون کے جی بھی لوز کیا تو آپ لوگوں کو نظر آنا بند ہو جائیں گیں۔ "اسکا انداز مذاق اڑاتا تھا۔

"اب میں اتنی بھی دبلی نہیں لاسٹ ویک میرا فور کے جی ویٹ گین ہوا ہے۔ "وہ آنکھیں پھیلا کر بولی۔

ہارون نے اسے غور سے دیکھا اسکی آنکھیں بہت خوبصورت تھیں۔ بڑی بڑی غلافی آنکھیں اور گھنی پلکوں کی جھالر۔

"تمہیں فور کے جی مزید گین کرنے کی ضروت ہے۔ "اس نے اسے مفت مشورے سے نوازا۔

"آپ کے مشورے کا بہت شکریہ مگر میں اس پہ عمل ہرگز نہیں کروں گی۔ "وہ ہنس دی اسکی مسکراہٹ بہت پرکشش تھی۔

"اچھا اب چلتی ہوں پھر ملاقات ہو گی۔ "وہ اسے کہتی اپنے گھر کہ جانب چل دی

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ان چار جگہوں سے ڈونیشن کے لیے چیکس آپ خود لینے جائیں گی۔ "مسز فرخندہ نے ادے اپنے آفس میں بلا کر کہا تھا۔ اس نے ٹائم دیکھا بارہ بج رہے تھے

"میم یہ لوگ بہت انتظار کرواتے ہیں ڈونیشن لینے والوں کو آج کے آج چار جگہیں۔ "وہ پریشان ہوئی۔

"ایک تو آپ ہی کے بابا کا آفس ہے وہاں امید ہے آپکو انتظار نہیں کرنا پڑے گا باقی تین جگہوں کے لیے تو وقت نکل ہی آئے گا۔ "وہ سر ہلاتی اپنا بیگ لے کر چلی گئی۔وہ چاہتی تو گھر میں بابا سے چیک لے لیتی مگر وہاں مما خوامخواہ کی باتیں سناتیں۔ اسی لیے وہ ان کے آفس چلی گئی۔ انہوں نے اسکا زیادہ وقت نہیں لیا۔ اسے عجلت میں دیکھ کر بس چیک کاٹ کر اسکے حوالے کر دیا۔

وہ وہاں سے نمبر دو والے آفس میں گئی جو وہاں سے نزدیک تھا۔ اسے انتظار کرنے کا کہا گیا۔ اور پھر دس منٹ

بعد اسے طلب کر لیا گیا۔

"تم۔۔۔ "وہ ہارون کو وہاں دیکھ کر حیران ہوئی۔

"جی میں۔ معذرت تمہیں انتظار کرنا پڑا۔ "ہارون نے اپنی سیٹ سے اٹھ کر اسے ویلکم کیا تھا۔

"ارے نہیں انتظار کیسا۔ "وہ اس کے سامنے والی نشست پہ براجمان ہوئی۔

"کیسے آنا ہوا۔ "وہ اب اس سے پوچھ رہا تھا جبکہ اسکی سیکرٹری اسے بتا چکی تھی۔

"میں این جی او کی طرف سے آئی ہوں آپ کی کمپنی سے سالانہ ڈونیشن لینے۔ "اس نے مختصر بتایا۔

"یہ سب تو ہوتا رہے گا۔ ابھی لنچ بریک ہے کیا خیال کہیں کہیں لنچ کر لیں۔ "وہ اسے آفر کر رہا تھا۔

"ابھی دو اور جگہوں پہ بھی جانا ہے۔ جو یہاں سے کافی دور ہیں تو ٹائم بہت ویسٹ ہو گا پھر کبھی۔ "اس نے سہولت سے انکار کیا۔

"نہیں بالکل نہیں ابھی اور اسی وقت۔ "وہ بضد تھا۔

"رات کو ڈنر پہ ملتے ہیں۔ "ثانیہ نے دوسری تجویز پیش کی۔ "کل ویسے بھی سنڈے ہے دیر تک انجوائے کریں گے۔"

"ٹھیک ہے! مگر ابھی تم بنا کافی پیئے نہیں جاؤ گی۔ "اس نے ٹی بوائے کو کافی کا آڈر دیتے ہوئے حکیمہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ "وہ ہنس دی۔ وہ لوگ کافی کے دوران بہت سی ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے تھے۔ ہارون گاہے بگاہے اسے دیکھتا رہا۔ ثانیہ اس کی نظروں کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھی۔ کچھ تھا بہت مختلف یا شاید اسے لگ رہا تھا۔

"اب میں چلتی ہوں رات کو ملتے ہیں۔ "وہ کہہ کر چلی گئی۔ وہ کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگائے اسے بارے میں سوچ کر مسکرا دیا

ثانیہ خود سے الجھتی تیسرے آفس پہنچی تھی۔ سارا راستہ اسکا دیہان ہارون کی طرف رہا تھا۔ آج اسے نجانے کیا ہو گیا تھا۔

"شاید میرا ہی وہم ہے۔ کہاں وہ کہاں میں۔ اسنے تو مجھ جیسی معمولی صورت کی لڑکی سے دوستی بھی پتہ نہیں کیسے کر لی۔ "اس نے سوچ کے دل کی دھڑکنوں کو قابو کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ پانچ بجے فارغ ہو کر گھر آ گئی تھی۔ شام کو اسے وعدے کے مطابق ڈنر پہ جانا تھا۔ وہ شدید تھکن کا شکار تھی اسکا دل بالکل نہیں چاہ رہا تھا

"منع کر دیتی ہوں۔ "اس نے سوچتے ہوئے ہارون کا نمبر ملایا۔ دوسری طرف سے کال فوراً رسیو کی گئی۔

"کتنے بجے پہنچ رہی ہو۔ "دوسری جانب عجلت میں پوچھا گیا۔

"بالکل ہمت نہیں ہو رہی پھر کبھی۔ "وہ بیڈ پہ ڈھے سی گئی۔

"تم وعدہ خلافی کر رہی ہو میں ریڈی ہوں اور ابھی نکلنے ہی والا تھا۔"

"رومت۔ کل چلیں گے۔ "

"بالکل نہیں میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ "اس نے بنا اسکا کوئی اور بہانہ سنے کال منقطع کر دی تھی۔ وہ فون کو گھورتی تیار ہونے چل دی۔

جینز پر لائٹ بلو کلر کی شرٹ اور اسکا ہمہ رنگ دوپٹہ مفلر کی صورت ڈالے بالوں کی پونی ٹیل بنائے وہ بالکل ریڈی تھی۔ یہ اسکا پسندیدہ گیٹ اپ تھا۔ اس نے بلو کلر کے سٹون والے چھوٹے چھوٹے ٹاپس پہنے کلائیاں یونہی خالی تھی ہلکی سی لپ اسٹیک لگا کر وہ چلی گئی۔ اس نے کبھی زیادہ میک کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کیونکہ اس نے طے کر لیا تھا کہ وہ ایسی ہی ہے اور کچھ بھی کر لے کبھی خوبصورت نہیں لگ سکتی مگر وہ یہ بالکل فراموش کر چکی تھی کہ خوبصورتی تو دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتی ہے دل روشن ہو تو چہرہ پر نور لگنے لگتا ہے۔

"کہاں جا رہی ہو۔ وہ اس وقت کہیں نہیں جاتی تھی۔ "عانیہ نے رک کر اسکا بغور جائزہ لیا۔

"کولیگز کے ساتھ ڈنر ہے وہیں جا رہی ہوں۔ "اس نے قصہ مختصر کیا۔

"ایک تو تم ویسے قبول صورت ہو۔ اوپر سے تم خود پر توجہ نہیں دیتی تھوڑا بن سنور کے رہا کرو تا کہ تمہیں بھی کسی کا دیکھنے کو دل چاہے۔ "وہ اسکی تیاری کا بغور جائزہ لیتے ہوئے نخوت سے بولی۔

"مجھے کوئی شوق نہیں کہ کوئی مجھے دیکھے یا سراہے۔ میں جیسی ہوں ٹھیک ہوں اور تم اس بات کو اگر جتانا کم کر دو گی تو کچھ نہیں بگڑ جائے گا تمہارا۔ "وہ غصے سے کہتی چلی گئی۔ اس کے اچھے خاصے موڈ کا عانی نے دو منٹ میں ستیا ناس کر دیا تھا۔

وہ ریسٹورینٹ پہنچی تو ہارون نے ٹیبل سے کھڑے ہو کر اسے رسیو کیا۔ وہ اسے کتنا اسپیشل فیل کرواتا تھا۔

اسے یہ سب اچھا لگنے لگا تھا۔

"بس! بیٹھ جاؤ شرمندہ مت کرو۔ "وہ مسکرا کر کہتی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"شرمندہ! میں تو آپ کی عزت میں کھڑا ہوا تھا۔ "اس نے منہ بسورا۔

"جی بہت شکریہ اس عزت افزائی کا کچھ آڈر کر دیں۔ میں نے تو لنچ بھی نہیں کیا۔"

"تمہیں آفر تو دی تھی میں نے تم نے خود ہی انکار کر دیا۔"

"اگر کام ضروری نہ ہوتا تو کبھی انکار نہ کرتی۔ "باتوں کے درمیان ہی انہوں نے کھانا آڈر کیا۔

"تم تو نرے انگریز لگتے ہو اتنا دیسی اور سپائسی کھانا آڈر کر دیا۔ تم کھا تو لو گے ناں۔ "وہ شرارتی لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"اب تم مجھے انڈر ایسٹیمیٹ کر رہی ہو۔"

"نہیں بس پوچھ رہی ہوں۔ امریکہ میں آدھی زندگی بسر کر کے آئے تو یہ سب کیسے کھاپاؤ گے۔"

"ویسے میری ماں امریکی عورت تھی مگر باپ تو پاکستانی تھا۔ تو میں دونوں کا مینج کر لیتا ہوں۔ "وہ زخمی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے بولا۔ ثانیہ اسکی ہسٹری سے واقف تھی اسی لیے کوئی اگلی بات نہیں کی کہیں وہ برا نہ مان جائے۔ دونوں کے درمیان کئی لمحے خاموشی حائل رہی تھی۔

"تمہیں تو سب پتہ ہے ناں تم بتاو میں اب کیا کروں۔ "وہ افسردگی سے بولا۔

"کس بارے میں۔ "وہ حیران ہوئی۔

"میرے بارے میں۔"

"بس اتنا ہی پتہ ہے جتنا باقی لوگوں کو۔ "اس نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

"تم میری دوست ہو ناں مجھے تم ایک مشورہ دو۔ "وہ کافی دونوں سے اسی ایک مسئلے پہ اٹکا تھا اب اس سب سے نجات چاہتا تھا۔

"کہو۔ "وہ ہمہ تن گوش ہوئی۔

"میری مما نگہت بابا کی پھوپھو کی بیٹی تھیں۔ جو پڑھی لکھی سلجھی تو تھیں مگر بے حد خوبصورت نہ تھیں۔ بابا انہیں شادی کے چھ ماہ بعد چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ امریکہ سیٹلڈ تھے انہیں نیشنیلٹی کا کوئی ایشو نہیں تھا۔ انہیں جینفر سے محبت ہو گئی۔ "اس نے جینفر کو اپنی ماں نہیں کہا تھا۔ ثانیہ نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"جینفر ایک اسٹور میں سیلز گرل تھی۔ بابا کے پاس بہت پیسا تھا۔ انہوں نے شادی کر لی۔ شادی کے پانچ سال پر سکون گزرے تھے مگر پھر روز لڑائی ہونے لگی جینفر کو کسی اور مرد سے محبت ہو گئی تھی۔ جو بابا سے بھی زیادہ امیر تھا تم نے جینفر کو دیکھا ہے۔ "وہ بات روک کر اسکی جانب دیکھنے لگا۔ اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"وہ کتنی خوبصورت ہو سکتی ہے اسکا اندازہ تمہیں دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے۔ "ثانیہ نے دل میں سوچا۔

"وہ بہت خوبصورت تھی نیلی آنکھیں، سفید رنگت، بھورے بال، وہ بے حد خوبصورت تھی۔ بابا اسے چھوڑنا نہیں چاہتے تھے مگر بے وفائی کی سزا میں وفا تو نہیں ملتی جو انہوں نے مما کے ساتھ کیا وہ تقدیر نے انکے ساتھ کیا۔ مما ان سے طلاق لے کر چلی گئیں اور اس شخص سے شادی کر لی۔ میں سات سال کا تھا مجھے میری ماں کی ضرورت تھی اور اسے پیسے کی بابا مجھے لے کر پاکستان آ گئے میں بہت ڈرا ہوا تھا۔ میں نے مما جیسی اعلی ظرف عورت نہیں دیکھی۔ جس نے نہ صرف اپنے شوہر کی بے وفائی معاف کر دی بلکہ اسکی اولاد کو بھی گلے لگا لیا۔ اور جینفر کے دوسرے شوہر سے انکی کوئی اولاد نہیں۔ اسکے شوہر کا بزنس ڈوب گیا اور وہ پاگل ہو گیا۔ اب اتنے سالوں بعد وہ عورت جس نے مجھے سات سال کی عمر میں چھوڑ دیا تھا۔ وہ واپس آ گئی ہے اور مجھ سے معافی کی طلبگار ہے۔ بولو کیا میں اسے معاف کر سکتا ہوں۔؟ "وہ بے حد اذیت میں تھا ثانیہ اسکی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ کر بتا سکتی تھی۔ ویٹر کھانا سرو کرنے لگا وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

"تمہاری محرومی کو اللہ نے نگہت آنٹی جیسی عورت کی محبت سے نواز کر ختم کر دیا۔ جبکہ جینی آنٹی انکی محرومی محرومی ہی رہی نہ دولت ملی نہ دل بہلانے کے لیے اولاد۔ بے شک انہوں نے اتنے سال اپنے غلط فیصلے کی سزا کاٹ لی ہے۔ تم ان کے بیٹے ہو وہ اپنے دل کو تم سے محبت پر مجبور پاتی ہیں اسی لیے تم سے ملنے آتی ہیں اور معافی کی طلبگار ہیں۔ اللہ معاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے اور والدین کو تکلیف پہنچانے والوں کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ ہمارے مذہب میں والدین کے بہت حقوق ہیں چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ تم ان کی اطاعت بے شک مت کرو مگر انہیں تکلیف پہنچانے کا حق بھی تمہیں نہیں دیا گیا۔ تم انہیں معاف کر دو تم دیکھنا تمہارا دل بہت سکون محسوس کرے گا۔ "جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو وہ آہستگی سے سب کہتی چلی گئی۔

"یہ سب تمہیں آسان لگتا ہے۔ "وہ اذیت سے بولا۔

"مشکل ہے مگر زندگی ہر کسی کو دوسرا موقع نہیں دیتی۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے پاس پچھتاوے کے سوا کچھ نہ بچے۔ "وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

"انہوں نے جو میرے ساتھ کیا وہ سب بھول جانا بہت مشکل ہے میرے لیے انہیں معاف نہیں کر سکتا میں۔ "اس نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"اپنے دل اور ظرف کو بڑا کرو اور اس دن سے ڈرو جس دن تم سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی اور تم کسی کے در پہ معافی کی بھیک مانگنے کھڑے ہو گئے۔ اگر اس نے بھی تمہاری طرح اپنا در بند کر لیا تو کیا کرو گے تم۔ "وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مضبوطی سے بولی۔ وہ حیران سا اسے دیکھے گیا۔

"کھانا کھائیں۔ "ثانی نے خود ہی بات کو سمیٹ کر اسکی توجہ کھانے کی جانب مبذول کروائی۔

"پتہ چلتا ہے کسی این جی او کام کر رہی ہو آج کل۔ "وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہتا کھانے کی طرف متوجہ ہوا۔

وہ لوگ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔ ثانی یا ہارون دونوں نے دوبارہ اس ٹاپک پہ بات نہیں کی تھی۔

"مووی دیکھنے چلتے ہیں۔ "وہ کھانا کھا کر نکلے تو ہارون نے تجویز پیش کی۔

"ہالی وڈ" "بالی وڈ "دونوں کے منہ سے بیک وقت دو مختلف نام نکلے اور پھر وہ دونوں ہنس دیئے۔

"تم بالی وڈ موویز دیکھتی ہو۔ "وہ حیران ہوا۔

"نہیں میں سبھی دیکھ لیتی ہوں بشرطیکہ کہ اچھی ہو۔"

"میں بھی سبھی دیکھتا ہوں پر ہالی وڈ زیادہ۔ "وہ مسکرایا۔

"تم نہ بھی بتاؤ تو تب بھی مجھے پتہ ہے۔ "وہ ہنس دی۔ وہ لوگ سڑک کے کنارے واک کر رہے تھے۔

"چلو کوئی لولی وڈ کی دیکھتے ہیں۔ "وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے چیک کرتے ہیں۔ "وہ بھی مسکرا دی۔

"تم ہمیشہ ایسے رہتی ہو۔ "وہ رک کر اسکا بغور جائزہ لینے لگا۔

"کیسے۔؟ "وہ حیران ہوئی اور خود کو دیکھنے لگی۔

"یہی جینز، شرٹ، مفلر بس یہی سب پہنتی ہو۔ مجھے لگا تو تم فل تیار ہو کر آؤ گی کیونکہ تم ڈنر پہ جو آ رہی تھی۔ تمہیں اتنا سادہ دیکھ کر بہت مایوسی ہوئی۔ "اس نے تاسف سے سر ہلایا۔

"مجھے بس اسطرح رہنا ہی اچھا لگتا ہے۔ "وہ سنجیدگی سے بولی۔

"تمہیں برا تو نہیں لگا۔ "ہارون نے اسکی آنکھوں میں جھانکا۔

"نہیں اس میں برا ماننے والی کیا بات ہے۔"

"یہ تمہارے لیے۔ "ہارون نے اپنی جیب سے ایک مخملیں کیس نکال کر اسکے سامنے کیا۔

"یہ کیا ہے۔؟ "اس نے حیرانگی سے آنکھیں سکیڑ کر اس کیس کو دیکھا۔

"تمہارے لیے رسٹ واچ۔ "ہارون نے اس کیس کو کھول کر اسکے سامنے کیا۔ کاپر اور سکن کلر کی وہ بیش قیمت ہیرے جڑے رسٹ واچ کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

"میں یہ نہیں لے سکتی۔ "ثانی دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"کیوں۔؟ "وہ ایک قدم آگے آیا۔

"یہ بہت قیمتی ہے۔ "وہ متعمل تھی۔

"تم تو اسے کہہ رہی ہو کہ اتنا قیمتی تحفہ پہلی بار دیکھا ہے۔ "وہ منہ بنا کر بولا۔

"ایسی بات نہیں ہے مگر یوں تم سے لینا مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔ "وہ تو اس تحفے کو دیکھ کر بہت پریشان ہو گئی تھی۔

"اس رسٹ واچ کو دیکھ کر مجھے سب سے پہلا خیال تمہارا آیا تھا۔ تو فوراً خرید لی۔ تم دوست ہو میری اور دوستوں میں تحائف کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے لحاظہ اسے شکریہ کے طور پر قبول کر لو۔ "ہارون نے کہتے ہوئے واچ کیس سے نکال کر اسکی ہاتھ میں پہنا دی۔ وہ بس خاموشی سے کھڑی اسے دیکھتی رہی۔

"شکریہ کس بات کا۔ "وہ اسکی طرف بنا دیکھے بولی۔

"میرے شیر دل کا خیال رکھنے کے لیے اور میری سب سے بڑی الجھن کو دور کرنے کے لیے۔ "وہ مسکرا دیا۔

اسکے دل کی دھڑکن نجانے کیوں تیز ہو گئی تھی۔ زندگی میں بیش قیمت ہیروں کے تحفے اسے اسکے بابا نے لا کر دیئے تھے جنہیں عانیہ بہت چالاکی سے اپنے پاس رکھ لیتی۔ مگر آج یہ گھڑی اسے ان سب ہیروں کے مقابلے میں زیادہ قیمتی معلوم ہو رہی تھی۔ شاید وقت بدلنے والا تھا۔

"اس خوبصورت تحفے کے لیے بہت شکریہ۔ "وہ جاندار مسکراہٹ چہرے پہ سجائے بولی۔ اندرونی خوشی کی وجہ سے اسکا چہرہ اور آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ہارون اس اندھیرے میں چمکتے اس پر نور چہرے کو دیکھے گیا۔ وہ مووی دیکھنے کے بعد بہت لیٹ گھر پہنچے تھے۔ رات کے دو بجنے والے تھے۔ وہ کبھی اتنی دیر گھر سے باہر نہیں رہی تھی مگر ہارون کے ساتھ وقت گزرنے کا اندازہ ہی نہ ہو سکا۔ وہ اسے گیٹ پر ڈراپ کر کے چلا گیا۔

"آپ اور اس وقت ہمیں غیر ذمے دار کہنے والے خود ایسی غیر ذمے داری کا مظاہرہ کریں گے کچھ یقین سا

نہیں آتا۔ "عانیہ اسے لاؤنج میں ہی مل گئی وہ تو شاید اسی کے انتظار میں وہاں کھڑی تھی۔

"مجھے پہلی بار دیر ہوئی ہے۔ "ثانیہ کا لہجہ دھیما تھا۔

"اب تو شاید اکثر ہوا کرے گی۔ "انداز میں طنز تھا۔

"مجھے نیند آرہی ہے۔ "وہ کوفت سے کہتی آگے بڑھ گئی۔

"یہ واچ کس کولیگ نے گفٹ کی۔ "عانیہ نے اسکی واچ والی کلائی اپنے ہاتھ میں تھامی۔

"تم سے مطلب۔ "وہ تڑخ کے بولی۔

"مطلب صاف ہے کوئی کولیگ جو فی میل ہو تمہیں اتنا مہنگا تحفہ کبھی نہیں دے گی۔ "انداز جانچتا ہوا تھا۔

"کولیگ میل ہو یا فی میل تم سے مطلب۔"

"مسز فرخندہ کا فون آیا تھا ان کے چیکس تمہارے پاس ہیں اگر ممکن ہو تو کل صبح انہیں دے دینا۔ تمہارا نمبر بند تھا گھر کے نمبر پہ فون آیا تھا انہوں نے کہا کہ ان کا تو کہیں ڈنر کا پلان نہیں تھا نہ ہی۔ "وہ کہتی کہتی خاموش ہو گئی۔ خیر گھڑی بہت خوبصورت ہے۔ "عانیہ نے اس گھڑی کو بغور دیکھا۔

"اس پہ اپنی گندی نظر ڈالنے کے بارے میں سوچنا بھی مت۔ "ثانی نے ایک جھٹکے سے اپنی کلائی اسکے ہاتھ سے آزاد کروائی اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔

اگلے کئی دن ان کی میسجز پہ سرسری سی بات ہوتی رہی تھی۔ کوئی ملاقات نہ ہو سکی۔

"میرے فرینڈ کی برتھ ڈے پارٹی ہے۔ اس نے انوائٹ کیا ہے تم چلو گی۔ "وہ فون پہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"میں ابھی کام میں بہت بزی ہوں۔ "وہ مصروف سے انداز میں بولی۔

"ہاں تو پارٹی شام کو ہے ابھی بہت وقت ہے۔"

"دوست تمہارا ہے میں کیا کروں گی وہاں جا کر۔"

"میرے ساتھ بیٹھ کے بور ہونا۔"

"بہت اچھا آئیڈیا۔ "وہ جل کے بولی۔ ہارون کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"مجھے پارٹیز اٹینڈ کرنا اچھا نہیں لگتا۔ "وہ بے چارگی سے بولی۔

"جانتا ہوں تبھی تو تم ہمارے گھر نہیں آئیں تھیں۔ "وہ اسے چند ماہ پہلے کا حوالا دے رہا تھا۔

"جب جانتے ہو تو کیوں فورس کر رہے۔"

"تمہیں تو کافی بھی اچھی نہیں لگتی تھی مگر اب تم پیتی ہو میں ہر وہ کام تم سے کرواؤں گا جو تمہیں ناپسند ہے۔"اسکے لہجے میں دھونس تھی۔

"اچھی زبردستی ہے۔ "وہ چڑ گئی۔

"میں تمہیں پک کرنے آرہا ہوں۔ بائے۔ "وہ چیختی رہ گئی کہ وہ بزی ہے پر اسے کہاں کسی کی سننی تھی۔ وہ اسے لے کر سیدھا بوتیک پہ گیا۔ اور اپنی پسند کی ساڑھی پیک کروا کر اسکے ساتھ میچنگ جیولری جوتے اور دیگر لوازمات خرید کر اسے پارلر ڈراپ کر کے خود گھر چلا گیا۔

"آئندہ میں تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گی۔ "ثانیہ نے کلس کے اسے میسج کیا۔

"مجھے اپنی بات منوانی آتی ہے۔ "وہ اسکا میسج پڑھ کے ہنس دیا اور وہ اسکا جواب پڑھ کے جل کے رہ گئی۔

ہارون اسکی زندگی میں بہت انولو ہو گیا تھا وہ چاہ کہ بھی اسے انکار نہ کر پاتی۔ وہ کسی خوش فہمی کا شکار ہرگز نہیں تھی مگر پھر بھی وہ اسے اتنی اہمیت کیوں دیتا تھا۔ لوگ اس سے بات تک کرنے کے روادار نہ ہوتے اور وہ اس کے لیے مہنگی مہنگی شاپنگ کر رہا تھا وہ اس پارٹی میں نہیں جانا چاہتی مگر وہ اسے انکار نہیں کر پائی۔ ہ تیار ہو کر اسکا انتظار کرنے لگی اس نے گھر میں کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ وہ وقت پہ اسے لینے پہنچ گیا تھا۔

سیاہ ساڑھی جس کے بارڈر پہ سرخ دھاگے کا کام بڑی نفاست سے کیا گیا تھا اس کے متناسب جسم پہ بہت سج گئی تھی۔ کمر تک سیاہ بال کھولے کانوں میں چھوٹے چھوٹے ہم رنگ جھمکے کلائیوں میں ہم رنگ کنگن ہونٹوں پہ سرخ لپ اسٹک لگائے وہ بے حد جچ رہی تھی۔ اس نے بیوٹیشن سے کہہ کر ہلکا میک اپ کروایا تھا۔ وہ قبول صورت تھی اور اب کچھ بہتر لگ رہی تھی۔ ہارون کو بے حد اچھی لگ رہی تھی وہ گاہے بگاہے نظریں ٹیڑھی کر کے اسے دیکھتا۔

"تم بہت خوبصورت ہو ثانی۔ "اسنے لفظ ہو کہا وہ حیران ہوئی اگر وہ لگ رہی ہو کہتا تو وہ حیران نہ ہوتی۔"

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو جیسے میں نے کہہ دیا ہو کہ تمہارے سر پہ سینگ ہیں۔"وہ خود ہی ہنس دیا۔ اب وہ کیا کہتی وہ پہلا مرد تھا جس نے اسکی تعریف کی تھی۔

"تم اور عانیہ بہت مختلف ہو لگتا ہی نہیں کے بہنیں ہو۔ "

"تم کوئی پہلے شخص نہیں جسے یہ لگا ہے۔ "وہ آہستگی سے بولی۔

لیکن میرے کہنے کو مطلب ویسا نہیں جیسا اور لوگوں کا ہوتا ہے۔ "اس نے گاڑی پارک کرتے ہوئے کہا وہ

کسی کا فارم ہاؤس تھا۔

"باقی تفصیل بعد میں اس نے کچھ کہنے کے لیے لب وا کئے۔ "جب وہ اسے ہاتھ کے اشارے سے چپ رہنے کا کہتا باہر نکل آیا۔ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ وہ عجیب سی گھبراہٹ کا شکار تھی۔ کہاں ہارون اور کہاں وہ عجیب سا احساس اس پہ حاوی ہونے لگا تھا۔

"تم یہاں۔؟ "ہارون اس سے چند قدم آگے تھا۔ اسکی پہلی ملاقات عانیہ سے ہوئی۔

"کیوں میں یہاں کیوں نہیں آسکتی۔ "وہ پورے اعتماد سے بولی۔

"زاہد دُرانی کی پارٹی میں تمہارا آنا واقع ہی حیرت کی بات ہے۔ "وہ ہنسی۔ ثانیہ کو اسکی ہنسی زہر لگی۔

زاہد ان سے ملو یہ میری بہت اچھی دوست ثانیہ احسان اور ثانیہ یہ میرا دوست اور کلاس فیلو زاہد دُرانی۔ "ہارون اسکا تعارف کروا رہا تھا جبکہ ثانیہ کے چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اگر اسے زرہ سا بھی اندازہ ہوتا کہ برتھ ڈے بوائے زاہد دُرانی ہے تو وہ کبھی نہ آتی۔ ثانیہ سے مسکرایا بھی نہ گیا۔

"جی میں جانتا ہوں انہیں ان سے پہلی ملاقات تو کبھی نہیں بھول سکتا۔ "اس کے لہجے میں چھپا طنز وہ خوب سمجھ گئی تھی۔

"چلو میں تمہیں باقی سب سے ملواتا ہوں۔ "ہارون نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھاما۔ وہ اسکے ساتھ گھسیٹتی چلی گئی۔

"یہ ناعمہ ہے زاہد کی کزن اور یہ زینیہ ہے ہمارے ساتھ امریکہ میں تھی۔ ہم سے ایک سال سینئر یہ میری بیسٹ فرینڈ ثانیہ احسان۔ "وہ باقی سب سے اسکا تعارف کروانے لگا۔ وہ رسمی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے سب سے ہاتھ ملانے لگی۔ وہ لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے تھے۔

"ایکسکیوزمی۔ "وہ سب سے معذرت کرتی ان سے تھوڑا دور ہٹ کے کھڑی ہو گئی۔ اسے بے حد شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اس شخص کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی اور یہ ہارون اسکی ایسے لوگوں سے دوستیاں تھی۔ وہ جل اٹھی۔

"ہارون کیا ہو گیا ہے تمہاری چوائس کو۔ "یہ زینیہ تھی جس کی آواز اتنی بلند ضرور تھی کہ کچھ فاصلے پہ کھڑی ثانی ضرور سن لے۔

"کیوں کیا ہوا ہے۔ "وہ حیران ہوا۔

"اس لڑکی کو غور سے دیکھا ہے تم نے۔ وہ اس قابل ہے ہارون سعید کے ساتھ کھڑی اچھی لگی۔ "اس کے لہجے میں نخوت تھی۔

"وہ میری دوست ہے تم اسطرح بات نہیں کر سکتی اس کے بارے میں۔ "ہارون کے لہجے میں نہ چاہتے ہوئے بھی سختی در آئی۔

"دوست بھی شکل صورت دیکھ کے بناتے ہیں۔ میں یہ تو مان ہی نہیں سکتی کہ یہ تمہاری گرل فرینڈ ہے۔ " زینیہ اپنے سابقہ لہجے میں بولی۔

"ہاں نہیں ہے میری گرل فرینڈ مگر بہت اچھی دوست تو ہے اور شاید تم نے اسے غور سے نہیں دیکھا۔ وہ یہاں موجود سبھی لڑکیوں سے زیادہ حسین ہے۔ حسن دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتا ہے۔ جو شاید تم لوگوں کی آنکھ میں نہیں ہے۔ "وہ غصے سے بولا۔

"اس چند دن پرانی نام نہاد دوست کے لیے تم مجھ پہ بھڑک رہے ہو۔ "وہ حیران تھی۔

"کچھ رشتے دنوں میں بہت خاص اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔ تم نہیں سمجھو گی۔ "وہ غصے سے کہتا وہاں سے چلا گیا۔ ثانیہ بھی وہاں سے ہٹ گئی۔ وہ قدرے اندھیرے اور پر سکون گوشے میں کھڑی تھی۔ کس محفل میں لوگ اسکی صورت کو بخش دیتے تھے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا تھا پہلے اسے عانیہ کے ساتھ اور آج ہارون کے ساتھ کمپیئر کیا جا رہا تھا۔ اور وہ کیوں اس کے لیے اپنے دوستوں سے الجھ رہا تھا۔

"ہارون ہاتھ پکڑے تو ٹھیک۔ ہم پکڑیں تو تھپڑ مار دیتی ہیں یہ تو نا انصافی ہے۔ "زاہد اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔ وہ خاموش رہی اسکی آنکھیں چھلکنے کو بے تاب تھیں وہ ضبط کیے کھڑی رہی۔

"مجھے اچھا لگا تم سب بھول کر میری پارٹی میں آئیں۔"

"اگر مجھے ذرا سا بھی اندازہ ہوتا کہ یہ برتھ ڈے پارٹی تمہاری ہے تو مر کے بھی نہ آتی۔ میری بے وقوفی ہے جو کنفرم نہیں کیا۔ "وہ غصے سے کہتی وہاں سے چلی گئی۔ وہ اب ایک منٹ یہاں نہیں رکنا چاہتی تھی۔

"تمہارے اور ہارون کے درمیان کیا چل رہا ہے۔ "عانیہ نے تو اسے وہاں سے گھر جانے تک کی بھی مہلت نہیں دی وہ اپنا عدالت وہیں لگا کر بیٹھ گئی۔

"کچھ بھی ہو میں تمہیں جوابدہ نہیں ہوں۔ "تڑخ کر بولی۔ اور وہاں سے چلی گئی۔ عانیہ کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہارون جیسا لڑکا ثانیہ جیسی معمولی شکل کی لڑکی سے دوستی بھی کر سکتا ہے۔ اس نے عانیہ کو اگنور کیا تھا اسے

اپنی پہلی ملاقات یاد آئی۔اس نے کتنی کوشش کی تھی اسے اپنی جانب متوجہ کرنے کی بات کرنے کی مگر وہ کیسے اسے اگنور کرتا رہا تھا۔ وہ راغب بھی ہوا تو اسکی قبول صورت بہن کی جانب میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ عانیہ کی انا پہ یہ کاری ضرب ثابت ہوئی تھی۔ ہارون نے اسے اکیلے باہر کی جانب جاتے دیکھا تو اپنے دوستوں سے معذرت کرتا اسکے پیچھا بھاگا۔ وہ وہاں سے نکل کر سڑک پہ ننگے پاوں چل رہی تھی۔ ہیل والا جوتا اس نے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔

"کیا ہوا ثانیہ۔؟ "وہ بھاگتا ہوا اسکے پیچھے آیا تھا۔ پھولے سانس کے ساتھ بولا۔ وہ اپنے پیچھے ہارون کی آواز سن کے حیران ہوئی۔

"کچھ نہیں۔ "وہ وہیں رک گئی۔

"پھر یوں بنا مجھے بتائے پارٹی چھوڑ کر کہاں جا رہی ہو۔ "وہ اسکے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"یہ پارٹی تم جیسے لوگوں کے لیے ہے نہ کہ مجھ جیسی کم شکل بدصورت لڑکی کے لیے۔ "ثانیہ کے لہجے میں اذیت اور اپنے لیے تمسخر تھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ "وہ حیران ہوا۔

"کچھ بھی نہیں تم پارٹی انجوائے کرو۔ میں گھر چلی جاؤں گی تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ "وہ کہہ کر آگے بڑھ گئی

"تم نے خود کو بدصورت کیوں کہا۔ "ہارون نے پھر سے اسکا راستہ روکا۔

"کیونکہ میں ہوں۔ "اسکی آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں تھیں۔

"تم نے زینیہ کی باتیں سن لیں۔ "اس نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"میں نے دنیا کی باتیں سنی ہیں۔ زینیہ کوئی پہلی نہیں میں اسی لیے اس پارٹی میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ میرا اور تمہارا بھلا کیا جوڑ۔ ہم لوگ تو دوست بھی نہیں ہو سکتے۔ "وہ رو دی۔

"ثانیہ چپ کر جاؤ مجھے تمہارے آنسو تکلیف دے رہے ہیں۔ "وہ کافی دیر آنسو بہاتی رہی۔ جب وہ بولا۔ اس نے نم آنکھوں کے ساتھ حیرت سے اسے دیکھے۔

"تمہیں کبھی کسی نے بتایا ہے کہ تمہاری آنکھیں کتنی خوبصورت ہیں کہ ان میں ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے۔ تمہاری مسکراہٹ ارد گرد جیسے پھول کھل اٹھے ہوں اور تمہارے بال جب کھلے ہوتے ہیں تو دن میں جیسے کالے بادل چھا جائیں اور سورج کی روشنی مانند پڑ جائے۔اور سب سے بڑھ کر تمہارا دل وہ بہت خوبصورت ہے۔ جس میں بغض

کینہ حسد جلن کچھ بھی تو نہیں۔ انسانیت کے لیے درد اپنوں کے لیے محبت ہے تم کیسے دوسروں کی باتوں میں آ کر ایسا سوچ سکتی ہوں۔ "وہ پیار سے کھڑا اسے سمجھا رہا تھا۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھے گئی۔

اس کی زندگی میں آنے والا وہ پہلا شخص تھا۔ جو اسے اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے آیا تھا۔ وہ ہمیشہ اسے اسپیشل فیل کرواتا تھا جیسے وہ اس کے بہت خاص ہے۔ وہ نہیں جانتی تھی وہ اس کے لیے کیا ہے وہ ایک دوست کی حثیت سے اسکے دل کے بہت قریب آتا جا رہا تھا۔ وہ اب دوست سے کچھ بڑھ کے لگنے لگا تھا سب کچھ۔

"واپس چلیں کیا۔ "وہ اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ اس نے سر اثبات میں ہلایا۔ وہ ایک خواب کی کیفیت میں تھی خوش کن سرور سے بھرا خواب۔ وہ حرکت کر کے اپنے اس خواب کے طلسم کو توڑنا نہیں چاہتی تھی وہ بس یونہی کھڑی مسکراتی چاہتی تھی۔ اسکے دل نے پہلی بار اعتراف کیا تھا کہ ہارون اسے اچھا لگنے لگا تھا ۔

کیا وہ یہ سب دوست کی حیثیت سے کر رہا ہے اگر اس کے دل میں ایسا کچھ نہ ہوا تو اس سوچ کے آتے ہی خواب کا طلسم ٹوٹا۔ حرکت پیدا خواب ریزہ ریزہ ہوا مسکراہٹ پل میں غائب ہوئی۔

"چلو بھی۔ "ہارون تھوڑا آگے جا کر واپس آیا اور اسکی کلائی تھام کر اپنے ساتھ چلنے لگا۔ اسکا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

رات بھر وہ عجیب کشمکش میں رہی تھی۔ کبھی دل خوش گمان ہوتا اور کبھی وہ اپنے دل کو ڈپٹ کے چپ کروا دیتی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ ہو کیا رہا ہے۔

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی
لے گیا چھین کے کون آج تیرا صبر و قرار
بے قراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی
تیری آنکھوں نے خدا جانے کیا کیا جادو
کہ طبیعت مری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی
عکسِ رخسار نے کس لئے ہے تجھے چمکایا

تاب تجھ میں مہِ کامل کبھی ایسی تو نہ تھی
کیا سبب تُو جو بگڑتا ہے ظفر سے ہر بار
خُو تری حورِ شمائل کبھی ایسی تو نہ تھی

وہ عجیب سوچوں میں الجھی رہی دل کی ایسی کیفیت اسے پہلے کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ عانیہ سے اسکا دوبارہ سامنا نہیں ہوا تھا۔

"کہاں ہارون کہاں میں ایسا ممکن تھوڑی ہو سکتا ہے۔"

وہ پریشان ہو اٹھی دل دکھ سے بھر گیا عجیب کشمکش تھی۔ وہ یہی سب سوچتی سونے لیٹ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کیا برا تھا جو آج اسے اپنے دل کی بات بتا دیتا۔ "وہ پریشان سا کہنی کے بل اوپر اٹھا۔ "

پھر وہ سمجھتی میں موقعے کا فائدہ اٹھا رہا ہوں۔ "وہ واپس تکیے پہ گرا۔

"ثانیہ اب اور نہیں بہت جلد میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ "وہ اسکے تصور سے ہم کلام تھا۔ "اور تم کیسے ری ایکٹ کرو گی میں جانتا ہوں۔ "وہ خود ہی ہنس دیا۔

"بڑا مسکرایا جا رہا ہے خیر تو ہے۔ "نگہت بیگم اسے دودھ دینے کمرے میں آئیں تھیں۔ اسے اکیلے باتیں کرتے ہنستے دیکھ کر پوچھا۔

"خیر ہی تو نہیں ہے۔ "وہ آہ بھرتا اٹھ بیٹھا۔

"اللہ خیر کیا ہوا۔ "وہ پریشان ہو اٹھیں۔

"پریشانی کی نہیں خوشی کی خبر ہے۔ "وہ انکے کندھے پہ سر رکھ کے بولا۔

"اب بتا بھی کہ سسپنس میں رکھو گے۔ "انہوں نے پیار سے اسکا سر سہلایا۔

"آپکی بہو ڈھونڈھ لی میں نے۔ "وہ مزے سے کہتا سیدھا ہو بیٹھا۔

"میں شادی نہیں کرونگا۔ شادی جیسا فضول کام دنیا میں نہیں ہے وغیرہ وغیرہ تو وہ سب کیا تھا۔ "وہ اسے پچھلی بات کا حوالہ دیتے ہوئے ہنس دیں۔

"تب تو میں بے وقوف تھا۔ "وہ سر کھجانے لگا۔

"اچھا جلدی سے لڑکی کا نام بتاؤ۔ "وہ اشتیاق سے اسے دیکھنے لگیں۔

"بات دراصل یہ ہے ابھی میں نے اسے نہیں بتایا۔ "وہ منہ بنا کر بولا۔

"تو کیا وہ انکار کر دے گی۔ "وہ بھی پریشان ہوئیں۔

"نہیں انکار نہیں کرے گی پر۔ "وہ کہتے کہتے رکا۔

ویسے تو پہلے لوگ رشتہ بھیجتے تھے اب رواج ہے کہ لڑکا لڑکی خود طے کر کے ماں باپ کو ملوا دیتے ہیں۔"

"میری اماں کا یہ شکوہ بھی دور کر دیتے ہیں میں اسے کچھ نہیں بتاؤں گا آپ باقاعدہ رشتہ لے کر جائیں۔ "وہ ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولا۔

"نام پتہ بتاؤ گے یا کوئی نجومی بلواؤں۔ "وہ خفگی سے بولیں۔

"نہیں بتاتا ہوں۔ "وہ ہنس دیا۔

"وہ احسان انکل ہیں ناں انکی بیٹی۔ "وہ شرما کے بولا۔

"عانیہ۔ "وہ کھل اٹھیں۔

"نہیں ثانیہ۔ "وہ منہ بنا کر بولا۔ انہوں نے بغور اپنے بیٹے کو دیکھا اور کافی دیر دیکھتی رہی۔

"مما وہ مجھے بہت اچھی لگتی ہے اگر کوئی لڑکی میری شریک حیات بن سکتی ہے تو وہ وہی ہے۔ "وہ انکا اعتراض سمجھ کے انہیں منانے لگا۔

"جیسے تمہاری خوشی۔ "وہ اسے ایک نظر دیکھ کر اٹھ گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ آفس کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ جب زور دار آواز سے دروازہ کھول کر عانیہ اندر آئی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔ "ثانیہ نے ناگواری سے اس پہ ایک نظر ڈالی۔

"تم خود کو کیا سمجھتی ہو۔ ہارون کو مجھ سے چھین لو گی۔ ایسا نہیں ہو گا۔ "وہ غصے سے پھنکاری۔

"ہر کسی کو اسکے نصیب کا ملتا ہے۔ ہارون اگر تمہارا ہے تو اسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ "وہ آرام سے کہتی اپنا بیگ چیک کرنے لگی۔

"بہت گھنی میسنی ہو تم۔ مجھے طعنہ دے رہی ہوں کہ میں ہارون کو حاصل نہیں کر سکتی اور تم کر سکتی ہو تم جیسی لڑکی کی طرف تو وہ دیکھے بھی نہ تم پہ ترس کھا کر دوستی کیا کر لی تم تو۔"

"شٹ اپ عانیہ۔ "ثانیہ نے شدید غصے کی حالت میں چیخ کر کہا۔

"میری اور ہارون کی دوستی میں ترس کہیں نہیں ہے۔ جیسا تم سوچ رہی ہو ویسا بھی کچھ نہیں ہے۔ میں نے کوئی طعنہ نہیں دیا ہاں چیلنج کرتی ہوں اگر وہ تمہارا نصیب نہیں تو چاہ کر بھی تم اسے حاصل نہیں کر سکتی یہ بات یاد رکھنا۔ " وہ غصے سے کہتی وہاں سے چلی گئی۔

"ثانیہ احسان اب تو اسے اپنے نصیب میں لکھنا میری بھی ضد ہے۔"

وہ آفس آئی تو موڈ خاصا آف تھا ہارون کے کی مسلسل کال آرہی تھی مگر وہ پک نہیں کر رہی تھی۔ اس نے اپنے کیبن میں بھی آنے کے لیے سب کو منع کر دیا تھا۔ زندگی میں اور کتنی اذیت برداشت کرنا لکھی تھی وہ نہیں جانتی تھی مگر ہر بار اسکے رشتے اسے نئی اذیت کا تحفہ دیتے وہ سہتے سہتے تھکنے لگی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مما مجھے ہارون چاہیے۔ "وہ ساجدہ بیگم کے سر پہ کھڑی تھی۔

"یہ کون ہے وہ۔ "حیران ہوئی۔

"سعید انکل کا بیٹا۔ "وہ منہ بنا کر بولی۔

"کیا وہ میری الماری میں پڑا ہے کہ میں تمہیں نکال کر دے دوں گی۔ "وہ ازحد حیران تھیں۔

"پارٹی پہ ملی تھی میں اس سے اسکا نمبر لیا بات کرنے کی کوشش کی مگر وہ سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتا۔ میں نے اسے بتایا کہ وہ مجھے اچھا لگنے لگا ہے تو وہ بولا اسے مجھ میں کوئی انٹرسٹ نہیں دوبارہ میں اس سے رابطے کی کوشش نہ کروں۔ "وہ رونے لگی۔

"میری چاند جیسی بیٹی کو لڑکوں کی کوئی کمی ہے۔ "وہ اسے بہلانے لگیں۔

"اگر وہ کسی ایسی لڑکی کا انتخاب کرتا جو مجھ جیسی حسین یا میرے پاسنگ ہوتی تو میں شاید سہہ لیتی مگر۔"

"مگر کیا۔"

"مگر میری خوشیوں کی قاتل تو میری اپنی بہن نکلی۔ "اور زور سے رونے لگی۔

"ثانیہ۔ "ساجدہ بیگم کے ہونٹ ہولے سے ہلے۔

"وہی اس کے ساتھ گھومتی پھرتی ہے۔ اسی نے اسے میرے خلاف بھڑکایا ہو گا وہ مجھے خوش دیکھ ہی نہیں سکتی جلتی ہے مجھ سے۔"

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ اسکی ہارون سے دوستی ہے یا وہ اس میں انٹرسٹڈ ہے۔ "ساجدہ بیگم کو یقین نہیں آرہا تھا کہ ہارون جیسا لڑکا۔

"کل دونوں زاہد کی پارٹی میں ساتھ آئے تھے۔ کتنا بن سنور کے آئی تھی۔ وہ اسے پوری پارٹی میں ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ ساتھ گھماتا رہا اور جس محبت پاش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا مجھے یقین نہیں آیا اس کے لیے اپنی بیسٹ فرینڈ سے جھگڑا کیا۔ وہ ناراض ہو کر پارٹی سے گئی تو وہ اسکے پیچھے چلا گیا۔ میں کوئی اندھی ہوں یا بے وقوف جو محبت اور دوستی میں فرق نہ کر سکوں۔ "وہ اپنے آنسو صاف کرنے لگی۔

"عانیہ تو اس سب میں، میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں اگر وہ دونوں خوش ہیں تو تم بس بھول جاؤ سب۔ "وہ کہتی اٹھ کھڑی ہوئیں ۔

"اگر ہارون میرا نہیں تو ثانیہ کا بھی نہیں اگر آپ نے ان دونوں کو ایک ہونے دیا تو میں خودکشی کر لوں گی۔ "وہ طیش کے عالم میں کہتی کمرے سے باہر چلی گئی۔ وہ حیرانگی سے اسے جاتا دیکھتی رہیں۔

اسے مطلب نہ ہارون سے تھا نہ محبت سے اسے مسئلہ اس سے تھا کہ اس کی پسند کی ہوئی چیز ثانیہ کا مقدر نہ بنے جبکہ وہ بھول رہی تھی کہ وہ کوئی چیز نہیں اللہ ہر شے پہ قادر ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ بہت دیر سے گھر آئی تھی۔ تھکن کا احساس شدید تھا وہ صفیہ سے ایک کپ چائے کا کہتی بنا کھانا کھائے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ کپڑے بدل کہ وہ ابھی نیم دراز ہوئی تھی۔ جب صفیہ چائے لیے آگئی۔

"تمہارے پوتے کا ایڈمیشن ہو جائے گا کل اسے یاد سے بھیج دینا اپنے بیٹے کے ساتھ۔ "صفیہ کو دیکھ کر اسے اسکے پوتے کا ایڈمیشن یاد آیا۔

"جی بہت شکریہ اللہ آپ کی ہر دلی مراد پوری کرے۔ "وہ اسے دعائیں دیتی چلی گئی۔ اس کے دل کی دھڑکن اسکی دعا پہ تیز ہوگئی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے آمین کہا۔ ہارون کی کال پھر سے آنے لگی۔ ثانیہ نے مسکراتے ہوئے کال پک کر لی۔

"تم تو ڈونلڈ ٹرمپ سے بھی زیادہ مصروف ہوگئی ہو۔ "اس نے فوراً شکوہ کیا۔

"ہاں بس مصروفیت کچھ زیادہ ہی تھی آج۔ "وہ ہنس دی۔

"بہت اچھے۔ بندے کو بے شک ایمرجنسی کیوں نہ ہو۔ "وہ خفگی سے بولا۔

"اتنی ناراضگی سب خیر ہے ناں۔ "وہ اپنی ہنسی بمشکل کنٹرول کرتے بولی۔

"جینی میرا مطلب ہے کہ مما کی طبیعت ٹھیک نہیں مجھے انکی کال آئی تھی انہیں میری ضرورت ہے تم نے سچ کہا تھا کہ زندگی ہر کسی کو دوسرا موقع نہیں دیتی۔ میں اس موقعے کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ اللہ انہیں صحت عطا کر دے میں دوبارہ کبھی ان سے ناراض نہیں ہوں گا۔ "وہ بچوں کی سی معصومیت سے بولا۔

"اللہ تمہیں کامیاب کرے اور جینی آنٹی کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ تم بالکل پریشان مت ہو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ "وہ اسے تسلی دینے لگی۔

"کوئی اور وقت ہوتا تو بات کچھ اور ہوتی۔ کل میری مما آئیں گی۔ "وہ سنجیدگی سے بولا۔

"کیا لینے۔ "بہت ہی بے تکا سوال تھا اس نے زبان دانتوں تلے دبائی۔

"تمہارے گھر کے سینٹرل ٹیبل پہ جو گلدان پڑا ہے وہ لینے۔ "وہ غصے سے بولا۔

"وہ مما نہیں دیں گیں۔ وہ گلدان وہ اٹلی سے لائیں تھیں۔ "ثانیہ کے انداز میں شرارت تھی۔

"وہ گلدان لینے نہیں آ رہیں۔ "وہ ہنس دیا۔

"پھر۔ "وہ سراپا سوال بنے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں سانسیں ناہموار۔

"یہ تو طے ہے کہ کچھ لینے آ رہی ہیں کیا۔ ؟ یہ سرپرائز ہے جو کل پتہ چلے گا۔ ابھی بورڈنگ ہو رہی ہے میں پہنچ کہ فون کروں گا۔ "وہ عجلت میں کہتا رابطہ منقطع کر گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ اسکی ثانیہ سے آخری فون کال تھی۔

"وقت بہت جلد پلٹ جاتا ہے

وقت نہایت بے رحم ہے"

اسکا دل عجیب سے خوش فہمی کا شکار ہونے لگا تھا۔

"ہو سکتا ہے ایسا نہ ہو اگر ایسا کچھ ہوتا تو وہ مجھ سے کچھ تو کہتا۔ "ثانیہ پریشان ہو اٹھی۔

"اسکا انداز اسکی آنکھیں سب بیان کر دیتیں ہیں ابھی بھی تمہیں لفظوں کی ضروت ہے۔ "دل نے اسے ڈپٹا۔

"ہو سکتا ہے وہ ایک وہم ایک دھوکے کے سوا کچھ نہ ہو۔ "دماغ نے دلیل پیش کی۔

"تم بس دل کی سنو محبت میں دماغ کا کیا کام۔ "دل نے دماغ کی ہر دلیل مسترد کر دی۔

"اللہ مجھے میری محبت میری خوشی عطا کر۔ "اس نے آنکھیں زور سے بند کیئیں اور اللہ سے دعا مانگی۔ بے شک وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح بہت پر نور اور بارونق تھی اس نے آفس سے چھٹی کر لی۔ وہ انگڑائی لے کر بیدار ہوئی اور اپنا بستر چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے اپنے کمرے کا سلائڈنگ ڈور کھسکایا جو پچھلی طرف لان میں کھلتا تھا۔ سامنے خوشنما رنگ برنگے پھول کھلے مسکرا رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے شرماتے ایک دوسرے کے کان میں کبھی محبت کا اظہار کرتے اور کبھی شرارت سے کھل کھلا کے ہنس پڑتے۔ کبھی خوشی سے جھومنے لگتے۔ محبت پہ بہار کا موسم قائم تھا خزاں کا سایہ نہیں پڑا تھا۔ سردیاں شروع ہونے والی تھیں اسے خزاں کا موسم بھی بہار کا معلوم ہو رہا تھا۔ وہ بھول گئی تھی کہ خزاں تو آ کر فہتی ہے ہر خوشنما پھول مرجھاتا ہے سرسبز پتے شاخوں سے جدا ہوتے ہیں۔ پھول رنگ پرندے دریا سمندر لہریں سب جھوم رہے تھیں۔ اسکے دل کی مانند وہ ننگے پاؤں گھاس پہ چلنے لگی۔

"کاش میرے پنکھ ہوتے۔ "اس نے سوچا وہ تو بنا پنکھ لگائے ہی ہوا میں اڑتی پھر رہی تھی۔ کبھی کبھی جو آپ سوچو اور چاہو ویسا کوئی اور کبھی چاہتا ہو تو دل خود بخود جھوم اٹھتا ہے۔ وہ کافی دیر باہر چہل قدمی کرتی رہی۔ پھر اپنے کمرے میں آ کر شاور لینے چلی گئی۔

اس نے صفیہ کے ساتھ مل کر شام کے لیے خوب اہتمام کیا تھا گھر کی صفائی سر پہ کھڑے ہو کر کروائی۔ اور شام سے پہلے تیار ہونے چل دی وہ اچھی طرح تیار ہونا چاہتی تھی۔ دل خوش تھا۔ وہ دل لگا کر تیار ہوئی۔ لائٹ گرین اور پنک کے امتزاج کا سوٹ شارٹ شرٹ ٹروزر بالوں کا جوڑا بنائے کانوں میں بُندے ہاتھوں میں کنگن ہونٹوں پہ ہلکی سی لپ اسٹیک سجائے وہ اپنی طرف سے مکمل تیار تھی۔

"تمہیں کسی نے بتایا ہے تمہاری آنکھیں کتنی خوبصورت ہیں۔_ وہ مسکرا دی اس نے کاجل کی ایک لکیر آنکھوں میں کھینچ دی۔ اسے آج اپنا آپ بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔ اسے لگا وہ دنیا کی حسین ترین لڑکی ہے اور خوش نصیب بھی۔

"بی بی جی مہمان آ گئے۔ "صفیہ کے اطلاع دینے پر وہ دوپٹہ سر پہ اوڑھ کر کمرے سے باہر نکلی۔

"اسلام علیکم۔ "وہ بڑی نروس تھی۔

"واعلیکم اسلام۔ "انہوں نے اسے گلے سے لگایا مگر ان کے رویے میں گرمجوشی مفقود تھی۔ وہ مسکرا کر ان

کے پاس بیٹھ گئی۔

"ارے نگہت تم۔ "ساجدہ بڑی گرمجوشی سے ملیں تھیں ان سے۔ اور پھر انہوں نے بطور خاص اپنی بیٹی کا جائزہ لیا۔ جس کے رنگ ڈھنگ تو کچھ اور ہی بتا رہے تھے۔

"ہاں میں نے سوچا تم سے مل ہی آؤں۔ "وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولیں۔

"بہت اچھا کیا میں بھی آنے کا سوچ رہی تھی مگر گھر سے نکلنا مشکل بہت ہے۔ "وہ دونوں کافی دیر ادھر ادھر کی باتیں کرتیں رہیں تھیں۔

"ثانی آنٹی کے لیے چائے لاؤ۔ "ساجدہ کے کہنے پہ وہ اٹھ گئی۔ دل بہت ڈرا ہوا نجانے کیا ہونے والا تھا۔ نگہت نے اسے اوپر سے لے کر نیچے تک بغور دیکھا تھا۔ وہ کہاں سے ان کے بیٹے کے قابل تھی۔ ہارون کا دماغ ہی خراب ہے بالکل انہوں نے کڑھ کر سوچا۔

"نگہت آنٹی آپ کب آئیں مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں۔"وہ اپنے کمرے میں تھی ابھی تیار ہو دوستوں کے ساتھ جا رہی تھی۔ نگہت نے عانیہ کو سر تا پیر بغور دیکھا۔ اونچا لمبا متناسب سراپا کندھوں تک آتے کھلے سلکی بال، پینٹ شرٹ پہنے سفید رنگت میک اپ کی محتاج تو نہ تھی مگر ہار سنگھار نے اسکا حسن دوآتشہ کر دیا تھا۔

"ہارون کو یہ نظر کیوں نہیں آئی۔ "ان کے دل سے آہ نکلی۔

"آؤ بیٹا بیٹھو۔ "ہمارے پاس انہوں نے اسے گلے لگاتے ہوئے آفر کی۔

"میرے دوست میرا انتظار کر رہے ہیں پھر ملاقات ہوتی ہے۔ "وہ معذرت کرتی چلی گئی۔ ساجدہ نے نگہت کا دیکھنا بہت غور سے دیکھا تھا

"کیا سوچ رہی ہو۔ "نگہت، ساجدہ نے خاموش بیٹھی نگہت کو کریدا۔

"تم سے ہارون کے رشتے کی بات کرنے آئی تھی میں۔ "وہ افسردگی سے بولیں۔

"ہاں کہو۔ "ساجدہ ہمہ تن گوش تھیں۔

"ہارون نے مجھے ثانیہ کا رشتہ لینے بھیجا ہے۔ "انداز ایسا تھا کہ دینا ہے تو دیں ورنہ ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔

"اگر ہارون ثانیہ کا ہوا تو میں خودکشی کر لوں گی۔ "ساجدہ بیگم کے ذہن میں عانی کے الفاظ گونجنے لگے۔

"میں نے تو ہارون کو عانیہ کے لیے سوچا تھا۔ "انہوں نے سوچا ٹرائے کرنے میں کیا حرج ہے۔

"سوچا تو میں نے بھی یہی تھا مگر۔"وہ کہتے کہتے خاموش ہوئیں۔

"سوچا تھا یا اب بھی سوچتی ہوں۔ "انداز لبھانے والا تھا۔

"ابھی بھی عانیہ کو دیکھا تو ہارون کو تصور کیا کتنا جچتے دونوں ساتھ۔"

"اگر تم ہارون کو سنبھال لو تو ثانیہ کو میں سنبھال لوں گی۔ "وہ ماں تھیں جنہیں آج بھی عانی کی ہی خوشی عزیز تھی۔

"کیا مطلب۔ "انہوں نے اس عظیم ماں کو حیرت سے دیکھا۔

"مطلب صاف ہے۔ کیا ہارون نے ثانیہ سے اظہار محبت کیا ہے یا پھر تم خود اس کے کہنے پہ آئی ہو۔ "وہ پوچھنے لگیں۔

"اس نے ثانیہ کو بس یہی بتایا کہ میں آرہی ہوں۔ کیوں آرہی ہوں یہ نہیں بتایا۔ اگر امریکہ نہ گیا ہوتا تو بتا چکا ہوتا۔ "انہوں نے خود ہی منع کیا تھا ہارون کو ورنہ وہ بتا دیتا اوپر سے اسے امریکہ جانا پڑ گیا۔

"بس پھر ہمارا کام آسان ہو گیا۔ "ہارون نے سب سے بڑی بے وقوفی خود ہی کر لی تھی۔

"میں سمجھ نہیں پا رہی۔ "نگہت ابھی تک الجھیں تھیں۔

"تم ثانیہ کے سامنے بس اتنا کہو کہ ہارون نے رشتہ عانیہ کے لیے بھیجا ہے۔"

"اگر یہ بات اس نے ہارون سے کہہ دی تو۔ "وہ متفکر تھیں۔

"وہ میری بیٹی ہے۔ میں اسے بہت اچھی طرح جانتی ہوں مرتی مر جائے گی ہارون سے بات نہیں کرے گی۔ "وہ اس ماں کو دیکھ کر رہ گئیں۔ جو اتنا بڑا دعوا کر رہی تھی مگر اسکی خوشی اور دل کا خیال نہیں۔

"دیکھو ساجدہ ہارون بہت ہنگامہ کرے گا۔ "وہ پریشان ہو گئیں۔

"اسے موقع ہی نہیں ملے گا۔ "وہ مسکرا دیں۔

"کیسے وہ جب تک امریکہ سے آئے میں ثانیہ کی منگنی کر دوں گی۔ "کیسی چال تھی بس وہ عانیہ کی بات پوری کرنا چاہتی تھیں۔ ایک ٹرائے اگر شادی ہو جاتی ہے تو ٹھیک ورنہ وہ ثانی کو تو نہیں ملا تھا۔ وہ چائے اور لوازمات صفیہ کے ساتھ مل کر لائی تھی۔ وہ دونوں خاموش ہو گئیں۔ اور وہ معصوم جان ہی نہیں پائی کے دو ماؤں نے مل کر اپنے بچوں کی خوشیوں کو کیسے کھیل سمجھ لیا تھا۔ اگر وہ حقیقت جان لیتی تو لفظ ماں ممتا اور اس کی محبت سے یقین ہمیشہ کے لیے اٹھ جاتا۔ ثانیہ زیر لب مسکراتی چائے کپوں میں انڈیلنے لگی۔ صفیہ نے لوازمات ٹیبل پہ سجا دیئے۔

"ساجدہ میں تم سے کچھ مانگنے آئی ہوں۔ "نگہت بیگم کی آواز پر اسکا دل ززور زور سے دھڑکنے لگا۔ "مجھے

ہارون نے بھیجا ہے۔ "ہاتھ لرزنے لگے سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ ساجدہ نے انکا ہاتھ دبایا۔

"عانیہ کے رشتے کے لیے۔ "اسکی سانس رکی۔ ہاتھ کانپا چائے چھلک کر اسکے ہاتھ پہ جا گری۔

"بی بی جی کیا ہوا۔ "صفیہ نے اسکا ہاتھ فوراً تھاما۔ اس نے بے یقینی نے نگہت بیگم کو دیکھا۔ اسکا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ آنکھیں پتھر اور پلکوں پہ اشک چمکنے لگے۔

"وہ عانیہ سے محبت کرتا ہے شادی کرنا چاہتا ہے۔ "انہوں نے ثانیہ کے چہرے سے نظریں ہٹائیں۔ انہوں نے زندگی میں پہلی بار اپنے بیٹے سے خیانت کی تھی۔ وہ اپنا ٹوٹا بکھرتا وجود سمیٹتی وہاں سے چلی گئی۔

ہم ٹھیک نہیں کر رہے۔ "نگہت بے چینی سے بولیں۔

"سب ٹھیک ہے اور ہم اپنے بچوں کا بھلا ہی چاہتے ہیں۔"

"کل کو اگر ہارون کو ہی احساس ہونے لگا کے اسکی سالی اسکی بیوی سے زیادہ خوبصورت ہے۔ تو سوچا ہے کیا ہو گا۔"

"وہی جو میرے ساتھ ہوا تھا۔ "تیر نشانے پہ لگا تھا۔

"اللہ حافظ پھر ملاقات ہوتی ہے۔ "وہ جلدی سے کہتیں اٹھ گئیں۔

ہارون جینی کے پاس سیدھا ہسپتال گیا جہاں وہ ایڈمٹ تھیں۔

"میرا بیٹا۔ "وہ اسے دیکھ کر کھل اٹھیں۔ انکی رنگت زرد پڑ چکی تھی۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ وہ پہلے سے بہت کمزور لگ رہیں تھیں۔

"مما۔ "وہ انہیں دیکھ کر رو پڑا۔

"مجھے معاف کر دو۔ "وہ بھی رونے لگی۔

"مما۔ "وہ ان دے لپٹ کر بچوں کی طرح رو دیا۔ انکی حالت دیکھ کر وہ پگھل گیا تھ۔ معاف تو وہ انہیں کر چکا تھا مگر ان سے یہ کہنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ آج وہ سب بھلا کر اپنی ماں کو معاف کر چکا تھا۔

"بہت شکریہ تم نے میری آخری خواہش پوری کر دی اور مجھ سے ملنے آ گئے۔ "وہ خوش تھیں انکی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"اللہ آپکو لمبی زندگی عطا کرے۔ آپ ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں۔ "وہ خفگی سے بولا۔

"یونہی دل کی یہی آخری خواہش تھی کہ تم سے مل لوں۔ تم مجھے معاف کر دو تو بے شک یہ زندگی ختم ہو

جائے۔ "وہ اسے آنکھوں میں بھرتے ہوئے بولیں۔

"میں نے آپکو معاف کیا اور ابھی کچھ نہیں ہوگا۔ آپکو ابھی تو آپ نے میری شادی بھی اٹینڈ کرنی ہے اور میرے بچوں کو بھی گود میں کھیلانا ہے۔ "ثانیہ کے خیال پہ اسکے لب دھیرے سے خود ہی مسکرا دیئے۔

"تم شادی کر رہے ہو۔ "وہ خوش ہوئیں۔

"ہاں۔ "وہ انہیں دیکھ کر ہنس دیا۔

"تو مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ مجھے ملواو اپنی دلہن سے۔ "وہ مچل اٹھیں۔

"ابھی نہیں جب ڈاکٹرز اجازت دیں گے۔ ابھی آپ آرام کریں۔ میں گھر جا رہا ہوں۔ فریش ہو کر واپس آتا ہے۔ "وہ ان کے ماتھے پہ بوسہ دیتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔ وہ جلد از جلد نگہت کو فون کر کے ثانیہ کا جواب جاننا چاہتا تھا۔ وہ شاور لے کر نکلا تو کچھ دیر آرام کی غرض سے لیٹا نجانے کب اسکی آنکھ لگ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ثانیہ اپنا کانپتا لرزتا وجود لے کر بمشکل اپنے کمرے تک پہنچی تھی۔ وہ کیا سوچ رہی تھی اور ہوا کیا۔ قسمت نے پھر اسے مات دے دی تھی۔ کیسے تقدیر نے اسکے بڑے بول کو طمانچے کی صورت اسکے منہ پہ دے مارا تھا۔ تکلیف کی شدت سے اسکا دل بند ہونے لگا۔ وہ عانیہ کی قسمت سے کبھی لڑ ہی نہیں پائی ل۔ زندگی میں ہر اچھی چیز اسکا مقدر بنی ہر خواہش اسکی پہلے پوری ہوئی۔ اور آج اسکی زندگی کی سب سے بڑی خوشی اسکی محبت بھی اللہ نے اسکی جھولی میں ڈال دی تھی۔ وہ جتنا روتی کم تھا۔ مگر آنسو تھے کے آنکھوں میں جم ہی گئے تھے۔

"تم نے اچھا نہیں کیا ہارون۔ "اسے ہارون کا خیال آیا۔ ان چند مہینوں میں کیسے وہ اپنی پوری دنیا بن گیا تھا۔ زندگی کے رنگ تو اسی سے تھے۔ وہ تو بہار لے کر آیا تھا۔ اب اسکی زندگی میں خزاں کیوں چھوڑ گیا۔ وہ زمین پہ بیٹھ گئی۔ اسکا دل چاہ رہا تھا وہ زور زور سے روئے، چیخے، چلائے مگر آنسو تھے کے کہیں کھو ہی گئے تھے۔ وہ گھٹنوں پہ سر رکھ کر بیٹھ گئی۔ اسے ہارون سے یہ توقع ہر گز نہیں تھی مگر اس نے تو کبھی زبان سے اظہار نہیں کیا۔ تو وہ کیوں اس خوش فہمی کا شکار ہو گئی۔ اس کا دل ٹکڑوں میں بٹ چکا تھا۔ ریجیکشن کی تکلیف آج سے پہلے اسے کبھی اس حد تک محسوس نہیں ہوئی تھی کہ وہ مرنے کا سوچنے لگے۔

"میں کیسے اسکا سامنا کروں گی۔ وہ مجھے دیکھ کر کیا سوچے گا کہ میں اسکی دوستی کو کیا سمجھ بیٹھی۔ "وہ رات بھری یونہی فرش پہ بیٹھی یہی سب سوچتی رہی۔

"مجھے کوئی نہیں اپنائے گا مجھے زندہ رہ کر اپنا اور تماشا نہیں دیکھنا۔ "وہ اذیت کی آخری حد پر تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ اس نے دراز میں رکھا چاقو نکالا اور کانپتے ہاتھوں سے اسے اپنی کلائی پہ رکھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ سو کر اٹھا تو اسے بھوک کا احساس ہوا۔ اسنے کچن کی تلاشی لی وہاں اسے نوڈلز کے علاوہ اور کچھ نہیں ملا۔ اس نے وہی بنائے اور کھانے بیٹھ گیا۔

"مجھے مما کو کال کر کے پوچھنا چاہیے۔ ثانی کی کال نہیں آئی اللہ خیر۔ "اس نے سوچتے ہوئے گھر فون کیا تھا۔

"مما کیسی ہیں آپ۔ "وہ سلام دعا کے بعد انکی خیریت پوچھنے لگا۔

"شکر ہے اللہ کا تم بتاؤ خیریت سے پہنچ گئے۔ جینی کی طبعیت کیسی ہے۔ "وہ جواباً اسکا اور جینی کا پوچھنے لگیں۔

"جینی ممی کی طبیعت بہت خراب ہے۔ ڈاکٹرز نے پھیپھڑوں کا سرطان بتایا ہے۔ "وہ افسردگی سے بولا۔

"اللہ اسے صحت دے۔ "وہ حقیقت پریشان ہو گئیں۔

"آپ ثانیہ کے گھر گئیں تھیں کیا کہا انہوں نے۔ "وہ اب مدعے پہ آیا۔

"بات ہو گئی ہے۔ رشتہ طے ہو گیا ہے۔ تم واپس آجاؤ۔ اس کے بعد سیدھا نکاح کریں گے۔ "نگہت کا لہجہ کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

"تھینک یو سو مچ مما۔ میں بہت خوش ہوں ابھی ثانیہ سے بات کرتا ہوں۔ "خوشی ہارون کے لہجے سے عیاں تھی۔ نگہت کا دل کٹ سا گیا۔

"تمہیں میری قسم جب تک نکاح نہیں ہو جاتا۔ تم ثانیہ سے رابطہ نہیں کرو گے۔ نہ فون نہ میسج یہ حکم ہے میرا۔ "وہ رعب دار لہجے میں بولیں انکا دل راز کے افشاں ہونے سے ڈر گیا تھا۔

"مگر مما میں۔۔۔"

"کہہ دیا ناں کہ نہیں بات کرنی تمہیں۔ میں نے اپنی قسم دی ہے ماں کی قسم کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ "ہارون نے کچھ کہنا چاہا اس سے پہلے ہی نگہت نے اس پہ دوسرا حملہ کر دیا تھا۔ وہ بے چارہ یہی سمجھا کہ خاندانی روایات کو قائم رکھا جا رہا ہے۔ اسے کیا معلوم اسکی محبت سازش کا شکار ہو چکی تھی۔ اب نجانے اسے محبت ملنی تھی کہ۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"مما مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آپ نے بازی اتنی آسانی سے میری حق میں جیت لی۔ "عانیہ خوش تھی بے انتہا۔ساجدہ نے اسے بتایا کہ کیسے اس نے ثانیہ کی محبت کا سر کچل دیا اور وہ بالکل خاموش ہو گئی ہے۔

"وہ تو سدا کی کم ہمت اور دبو ہے مما۔ اس سے تو ہارون نے اظہار محبت بھی کیا ہوتا تب بھی اگر اسکی ماں میرا نام لیتی تو وہ ہمت ہار کے خود ہی سائیڈ پہ ہو جاتی۔ "وہ تمسخرانہ لہجے میں بولی۔

"اس بات نے تو فائدہ دیا ہے۔ میں جانتی ہوں جب وہ ہرٹ ہو بالکل خاموش ہو جاتی ہے۔ کسی سے کوئی شکواہ نہیں کرتی اب دیکھنا ہارون لاکھ سر پٹخ لے یہ اسے کچھ نہیں بتایے گی۔ "ساجدہ بیگم مسکرائیں انہوں نے زندگی میں اس سے ہمیشہ زیادتی ہی کی تھی اور آج بھی اسکی اچھائی کو بہت غلط طریقے سے استعمال کیا جا رہا تھا۔ اور بے خبر تھی بالکل ویسے جیسے یہ لوگ بے خبر تھے کہ وہ کیا کرنے والی تھی۔

احسان صاحب رات کو گھر آئے تو ساجدہ نے انہیں عانیہ کے لیے ہارون کے پرپوزل کا بتایا۔ انکے دوست کا پڑھا لکھا ہونہار قابل بیٹا تھا۔ انہیں کیا اعتراض ہو تا وہ خوش تھے ان کی بیٹی کا رشتہ بہت اچھی جگہ ہو رہا تھا۔ دوسری طرف وہ ثانیہ کا سوچ کر پریشان ہو گئے۔

"ثانیہ کا سوچ رہے ہیں آپ۔ "ساجدہ نے شوہر کے متفکر چہرے کو نگاہ بھر کے دیکھا۔

"بس میری بیٹی کی سیرت کوئی نہیں دیکھتا ورنہ ہارون اور ثانیہ کی جوڑی بہترین تھی۔ "وہ سوچ کر افسردگی سے مسکرا دیئے۔

یہ تو قسمت کے کھیل ہیں ہارون نہ صحیح ہارون جیسا ہی صحیح۔ "وہ مسکرائیں۔

"مطلب۔"انہوں نے ناسمجھی کے عالم میں بیگم کو دیکھا۔

"وہدُرانی صاحب کا بیٹا زاہد کیسا لگتا ہے آپکو۔ "صبوحی ساجدہ کی بیسٹ فرینڈ تھیں

"اچھا لڑکا ہے۔ "اب وہ اور کیا کہتے۔

"صبوحی نے ثانی کے لیے بات کی ہے۔ زاہد نے خود کہا ہے ثانیہ کے لیے صبوحی بھی راضی ہے۔ شکل صورت بھی اچھی ہے عادات و اطوار بھی سلجھا پڑھا لکھا امیر۔ "وہ اسکی تعریفیں کرنے لگیں۔

"تم نے ثانیہ سے بات کی۔ "

"نہیں صبح کروں گی۔ "وہ تکیہ درست کر کے لیٹ گئیں۔

"اگر وہ منع کرے تو زبردستی مت کرنا۔ "انہوں نے بیگم کو تنبہیہ کی۔

"اب وہ انکار نہیں کرے گی۔ "وہ مسکرائیں۔

"اب۔ "وہ لفظ اب پہ اٹکے۔

"بھئی بہن کی منگنی ہو گئی اب انکار نہیں کرے گی۔ اب سو جائیں۔ "وہ کروٹ بدل کے لیٹ گئیں۔ وہ بھی ٹھنڈا سانس بھر کے سونے کی کوشش کرنے لگے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ثانیہ نے چاقو کو شہہ رگ پہ رکھ کے اپنے کانپتے وجود اور ہاتھوں سے زور سے دبایا۔

"اللہُ اکبر اللہُ اکبر۔ "فجر کی آذان اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"اللہ سب سے بڑا ہے۔ "چاقو اس کے ہاتھ سے پھسل کر زمین بوس ہو گیا۔ وہ اسے بتا رہا تھا کہ وہ موجود ہے جو ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ جو شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ اسے لگا وہ اس سے سوال کر رہا ہو۔ وہ گھٹنوں کہ بل زمین پہ بیٹھتی چلی گئی۔

"کیا تمہیں میرے ہونے پہ یقین نہیں ؟ کیا زندگی اور موت میری دین نہیں؟ کیا اس پر میں قادر نہیں ؟ کیا آزمائش اور دکھ کے بعد آسائش اور سکھ کا وعدہ نہیں کیا میں نے ؟ کیا میں نے نہیں کہا کہ مایوسی کفر ہے؟۔ "وہ لاجواب ہو گئی تھی۔ آنسو اب تواتر سے اسکی آنکھوں سے بہنے لگے تھے وہ شرمندگی سے سر بیڈ کی پائنتی پہ ٹکائے رونے لگی۔ جب رو کے دل کا غبار نکل چکا تو اٹھ کر وضو کرنے چل دی۔ وہ اسے کامیابی کی طرف بلا رہا تھا۔وہ کیسے انکار کرتی ایک اللہ ہی کی ذات ہے جب کوئی نہ ہو تب بھی آپ کے ساتھ ہوتا ہے۔ایک سکون اسکی روح میں اتر گیا تھا وہ اکیلی نہیں تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ثانیہ تم سے ضروری بات کرنی تھی۔ "وہ آفس کے لیے نکل رہی تھی۔جب ساجدہ نے اسے روکا۔

"تمہارے لیے ایک پرپوزل آیا ہے۔ "انہوں نے بنا تمہید باندھے بات شروع کی۔

"تو۔ "وہ کھڑی رہی۔

"مجھے اور تمہارے پاپا کو لڑکا بہت پسند ہے اگر تم مل لو تمہیں مناسب لگے تو۔ "

"آپ جیسا مناسب سمجھیں۔ "اس نے انکی بات درمیان میں کاٹ کر کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

"لڑکے کا نام تو پوچھ لو۔ "انہوں نے اسے پکارا۔ وہ خاموشی سے چلتی رہی کیا فرق پڑتا ہے نام سے جب اس

دل میں وہی ایک شخص بستا ہے۔ جس کا مقام چاہ کے بھی کوئی حاصل نہیں کر سکتا تو وہ کیوں پوچھے سب کے نام۔ وہ اپنے آنسو ضبط کرتی گیٹ کراس کر گئی۔ وہ گاڑی لے کر نہیں گئی تھی۔

اس نے بہت مشکل خود کو سنبھالا تھا مگر اب ہمت ٹوٹنے لگی تھی۔ ہر وہ چیز جو اسکی پسند ہوتی اسکی بہن کا مقدر کیسے بن جاتی تھی۔ وہ احتجاج کیوں نہیں کر پاتی تھی۔ آج بھی اگر وہ کوئی احتجاج کرتی تو کس بنیاد پر۔؟۔ ہارون نے اس کا نہیں اسکی بہن کا انتخاب کیا تھا وہ خوش قسمت تھی اور ہمیشہ سے رہی تھی۔ وہ سڑک پہ آہستہ روی سے چل رہی تھی۔

جب شیر دل نے اسکے پیچھے چلتے ہوئے اسکے لٹکتے دوپٹے کا پلو اپنے منہ میں لیا تھا۔ ثانیہ نے رک کے شیر دل کو دیکھا۔ وہ بھی بالکل اسکی طرح اداس تھا۔

"ہم دونوں ایک ہی شخص کو یاد کر رہے ہیں شیر دل۔ وہ جو ہم دونوں کو فراموش کر چکا ہے۔ جیسے ہم اسکی زندگی کا حصہ کبھی تھے نہیں۔ "وہ پنجوں کے بل نیچے بیٹھ کر اسکے سر پہ ہاتھ پھیرنے لگی۔ اور پھر اسے لے کر پارک چلی گئی۔ وہ آفس نہیں گئی کیوں کے وہ غائب دماغی کے عالم میں کیا خاک کام کرتی۔

وہ سارا دن یونہی بیٹھی رہی تھی۔ اس کے اپنی اسکیچ بک نکالی اسے کافی دیر بعد احساس ہوا تھا۔ وہ ہارون کی آنکھیں ابنا رہی تھی۔ جس میں اسکے لیے کوئی محبت نہیں تھیں وہ کئی ثانیے اسے دیکھے گئی اور پھر وہ کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا۔

اس نے بغور درختوں کو دیکھا۔ خزاں آنے والی تھی پتے مرجھا رہے تھے۔ درخت اداس تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑنے والے تھے۔ انکا حال بھی ثانیہ کے دل کے حال سے مختلف نہیں تھا۔ رات ڈھل چکی تھی۔ وہ اٹھ گئی اسکا رخ اب گھر کی جانب تھا شیر دل اسکے ساتھ ساتھ تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

جینی کو ایک ہفتے بعد چھٹی ملنے والی تھی۔ وہ ثانیہ کو کال کرنے سے خود کو بار بار روک چکا تھا۔ مگر اسے پریشانی اس بات کی تھی کہ ثانیہ نے اسے کال نہیں کی یہ اتنی معمولی بات تو نہیں تھی۔ نگہت کی قسم نے اسکے ہاتھ پیر باندھ دیئے تھے۔ وہ نگہت کو فون کرتا وہ ہوں ہاں کے علاوہ زیادہ بات نہیں کرتیں تھیں۔ آج وہ شاپنگ پہ گیا تھا۔ نگہت بیگم سعید صاحب اور جینی کے لیے کچھ تحائف لیے تھے۔ وہ بھلا ثانیہ کو کیسے بھول جاتا۔ اس نے اسکے لیے بہت خوبصورت رنگ لی تھی اور بھی بے شمار تحائف تھے۔ اسکا دل مچل رہا تھا کہ وہ اس سے بات کرے مگر۔۔۔

"مما میں نے اس ویک اینڈ کی ٹکٹس کنفرم کروالی ہیں۔ ہم پاکستان جا رہے ہیں۔ "اس نے جینی کو بتایا وہ خوش تھیں۔

"مما آپ ثانیہ کے گھر والوں سے بات کریں۔ اس ہفتے منگنی اور اگلے ہفتے شادی بس بات ختم۔ "وہ بچوں کی طرح بولا۔

"ہاں ٹھیک ہے کہتی ہوں۔ "وہ خلاف توقع فوراً مان گئی تھیں۔

"اب ثانیہ سے بات کر لوں ویسے اس نے مجھے کال نہیں کی میں بہت حیران ہوں۔ "ساتھ اس نے اپنی حیرانگی کا بھی اظہار کیا۔

"اسکو اسکی ماں نے منع کیا ہو گا جیسے میں نے تمہیں چلو تم۔ آ جاؤ تو کرتے ہیں انتظام۔ "انہوں نے بات مختصر کرتے ہوئے فون بند کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"یہ لو مٹھائی منہ میٹھا کرو۔ "وہ گھر واپس آئی تو عانیہ مٹھائی لیے اسکے کمرے میں داخل ہوئی۔

"کس خوشی میں۔ "ثانیہ نے بیڈ سے اٹھتے ہوئے نارمل انداز میں کہا۔

"تمہاری منگنی کی۔ "اس نے ڈبہ اسکے سامنے رکھا۔ اس نے مٹھائی کو بغور دیکھا اسے وہ نہایت ہی زہر لگی۔

"لے جاؤ میرا دل نہیں چاہ رہا۔ "اس پہ عجیب سی بے زاریت طاری ہونے لگی۔

"اپنے فیانسی کا نام تو پوچھ لو۔ "وہ دل جلانے والے انداز میں بولی

"شیدا مرا سی بھی ہوا تب بھی مجھے کوئی مسئلہ نہیں تم جاؤ۔ "وہ کوفت زدہ لہجے میں کہتی واپس لیٹ گئی۔

"تم نے مجھے چیلنج دیا تھا نہ کہ اگر ہارون میرا ہے تو اسے حاصل کر کے دیکھاؤ تو دیکھ لو۔ "وہ مسکرائی۔

"مجھے میرے ہی بڑے بول کی سزا ملی ہے۔ "اس نے دل میں سوچا۔

"تمہیں بہت بہت مبارک ہو میں تمہارے اور ہارون کے لیے خوش ہوں۔ تم میری بہن ہو اور وہ میرا دوست مجھ میں جیلسی کا عنصر نہیں پایا جاتا۔ اب تم جا سکتی ہو۔ "ثانیہ نے اپنا لہجہ حتی المقدور نارمل رکھا تھا۔ وہ منہ بصورتی چلی گئی۔ کوئی بھی اسکا جیون ساتھی اسے تو جیسے کسی چیز کی پرواہ نہیں نہیں رہی تھی۔

ہارون جینی کے ساتھ واپس آ گیا تھا۔

"کل منگنی ہے تمہاری۔ "ہارون کو نگہت نے سرسری انداز میں اطلاع پہنچائی۔

"بہت خوشی ہوئی سن کے۔ "وہ ان کے ساتھ لپٹ گیا وہ یونہی خاموش رہیں وہ ان سے نجانے کیا کیا باتیں کر رہا تھا مگر وہ کھوئی رہیں۔

"مما میں کیا پوچھ رہا ہوں۔ "اسنے انکا کندھا ہلایا۔

"ہاں۔ "وہ چونکی۔

"میں ایک بار ثانیہ سے مل لوں۔ "اس کے لہجے میں التجا تھی۔

"ہر گز نہیں نکاح سے پہلے نہیں۔ "وہ سختی سے بولیں۔

"آپ میں پتہ نہیں قیدو کی روح کہاں سے آگئی ہے۔ "وہ منہ بنا کر بولا۔

"کل عانیہ اور ثانیہ دونوں کی منگنی کا فنکشن ہے۔ "انہوں نے اسے اہم اطلاع پہنچائی۔

"عانیہ کی کس سے ہو رہی ہے اللہ رحم کرے اس پہ۔ "وہ ہنس دیا۔ نگہت اس پہ خفا سی نظر ڈال کر اٹھ گئیں۔

"تم تو ہمارے ساتھ گئی نہیں ہم نے خود ہی تمہارے لیے منگنی کا جوڑا سلیکٹ کیا ہے ایک نظر دیکھ لو۔ " ساجدہ نے اسے اپنے کمرے کی طرف جاتے دیکھا تو پکارا۔

"جو بھی لائیں ہیں میرے کالے رنگ کی مناسبت سے لائیں ہوں گئیں۔ "ثانیہ کے لہجے میں تلخی در آئی۔ ساجدہ نے حیرانگی سے اسے دیکھا وہ ایسے کب بات کرتی تھی۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو مما نے کہا ثانیہ کے لیے پنک کلر بیسٹ رہے گا۔ "عانیہ نے جلتی پہ تیل چھڑکا۔

"جی بہت شکریہ میں پہن لوں گی۔ "وہ کہہ کر رکی نہیں۔ جب سے ادے پتہ چلا تھا کہ اسکی منگنی زاہد سے ہو رہی ہے اسکی روح تک آگ کی لپیٹ میں آگئی تھی۔ اسے زندگی میں پہلی بار اپنی ماں پہ شدید غصہ آیا تھا۔ اسکی زندگی کو جہنم بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی انہوں نے۔

ہارون کا دکھ تب تازہ تھا اس لیے اس نے اس سارے معاملے پہ غور نہیں کیا اور اب بھی اسے اس بات سے فرق نہیں پڑ رہا تھا کہ اسکی زندگی زاہد جیسے شخص کے ساتھ جوڑی جا رہی تھی۔ اسے دکھ اپنی رشتوں کی بے منصفانہ تقسیم پر تھا۔ عانیہ کے لیے ہر اچھی اور بہترین چیز اور اسکے لیے ناقص و نکارہ۔ کیا قسمت پائی تھی اس نے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اور عانیہ پارلر سے تیار ہو کر سیدھا ہال میں گئیں تھیں۔ آج اسے پھر موازنہ کرنے والوں کے تلخ جملے سہنے

تھے۔ انکی زبان سے نکلے تیروں کو خندہ پیشانی سے اپنے جگر کے آر پار کر کے مسکرانا تھا۔ عانیہ تو مانوں چاند کا ٹکڑا معلوم ہو رہی تھی۔ لگ وہ بھی بہت پیاری رہی تھی مگر وہی موازنہ۔ وہ دونوں ایک ساتھ اسٹیج پہ بیٹھی تھیں۔

ہارون نے کتنے دنوں بعد اسے دیکھا تھا۔ گلابی رنگ کی میکسی میں بال ایک کندھے سے دوپٹے سے باہر تھے۔ ڈائمنڈ جیولری پہنے ہلکا سا میک اپ کیئیے وہ بے حد پیاری لگ ری تھی۔ اسکی بڑی بڑی آنکھوں میں نجانے کیوں اسے خوشی کے دیئے بجھے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔

"کیا وہ مجھ سے شادی کے لیے راضی نہیں۔ "اس نے سوچا نہیں تو انکار کر دیتی دوسری سوچ۔

"آئیں صبوحی بسمہ اللہ کریں۔ "ساجدہ نے صبوحی سے کہا۔ صبوحی زاہد کے ساتھ اسٹیج پہ گئیں۔

"پہلے ہمارا حق بنتا تھا ثانیہ بڑی ہے۔ "ہارون نے منہ بنایا۔ وہ سامنے والی رو میں بیٹھا اسٹیج ہی کی طرف زاہد ثانیہ کے ساتھ بیٹھا۔ وہ حیران ہوا۔

تبھی ثانیہ نے جھکی نظروں کو اٹھا کر سامنے دیکھا۔ دونوں کی نظریں پل بھر کے لیے ملیں۔ دونوں کی آنکھوں میں شکوے تھے شکایت بے زبان محبت کیا تھا۔ جو انہوں نے پل بھر میں محسوس نہیں کیا تھا۔ زاہد نے ثانیہ کا ہاتھ پکڑا اسکا پورا وجود ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ ہارون کو لگا جیسے کسی نے زمین اس کے پیروں کے نیچے سے کھینچ لی۔ ہو اسکا دل چاہا وہ ابھی جا کر زاہد کے ہاتھ سے ثانیہ کا ہاتھ الگ کر دے مگر کس حق سے۔ رسم ہو چکی تھی ہارون کی دنیا لٹ چکی تھی۔

"آئیں نگہت اب آپکی باری۔ "ساجدہ اب ان کے قریب آئیں تھیں۔

"چلو ہارون انگھوٹھی پہنائیں۔ "وہ اٹھ کھڑی ہوئیں

"کس کو۔؟ "ہارون کو اپنی آواز کنوئیں میں سے آتی سنائی تھی۔

"عانیہ کو۔ "وہ آرام سے بولیں۔

"آپ سب جانتیں تھیں۔ "ہارون کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ ہوا تھا۔

"دیکھو تماشہ مت کرو ابھی رسم کر لو باقی باتیں گھر چل کے کر لیں گے۔ "نگہت نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ثانیہ نے حیرانگی سے ہارون کی اڑی ہوئی رنگت کو دیکھا۔ وہ انگھوٹھی پہنانے کیوں نہیں آ رہا تھا۔

"جب کسی کو میرے دل کا خیال نہیں تو میں کسی کی خوشی کا خیال کیوں کروں۔ "وہ غصے سے کہتا وہاں سے چلا گیا تھا۔ نگہت اسے پکارتی رہ گئیں مگر وہ کہاں کسی کی سننے والا تھا۔ عانیہ نے حیرت سے اسے جاتے دیکھا تھا احساس توہین سے اسکی روح تک جھلس اٹھی تھی۔ ہال میں بیٹھے مہمان چہ مگوئیاں کرنے لگے تھے۔ جتنی منہ اتنی باتیں پورا

فنکشن تباہ ہو گیا تھا۔عانیہ غصے سے سرخ ہوتی وہاں سے اٹھ گئی تھی اور ثانیہ کو جیسے کسی نے وہاں چپکا ہی دیا تھا۔

"جب خود عانیہ کا نام لیا تو منگنی کیوں نہیں کی۔ "وہ بے حد حیران تھی۔ نگہت اس کے پیچھے گھر پہنچیں وہ بھول گئیں تھیں۔ وہ کس معاشرے کی پیداوار ہے وہ انکی ہر بات مانتا تھا اس زعم میں انہوں نے اتنا بڑا قدم اٹھا لیا تھا اور اب وہ انکار کر کے آ گیا تھا۔ وہ حق کو حق کہتا تھا اسے دھوکے سے نفرت تھی یہ بھی تو وہ جانتی تھیں۔ وہ جلے پیر کی بلی کی طرح پورے لاونج میں چکراتا پھر رہا تھا۔ وہ آکر صوفے پر براجمان ہو گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ثانیہ نے کمرے میں آتے ہی دروازہ لاک کر لیا تھا اور بیڈ پہ بیٹھ کر لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ آج جو ہوا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے کنگن اور چوڑیاں اتارنا شروع کئیں اسکا پورا وجود سوکھے پتے کی مانند کانپ رہا تھا۔ پورے معاملے وہ اب بھی بے خبر تھی مگر کوئی گڑبڑ ضرور تھی۔ اسے ہارون کا دیکھنا یاد آیا کتنی حیرانی تھی ان آنکھوں میں۔ پھر وہ حیرانی دکھ میں بدل گئی تھی۔ پھر ان نیلی آنکھوں سے غصہ چھلکنے لگا تھا اور پھر وہ سب کچھ چھوڑ کے چلا گیا کیوں۔؟ اسی ایک کیوں پہ وہ اٹک گئی تھی۔ اس نے لمبے لمبے سانس لے کے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی اور باقی جیولری سے بھی خود کو نجات دلائی۔ اس نے اپنے ہاتھ میں پہنی منگنی کی انگوٹھی کو دیکھا۔ اور سب سے پہلے اس انگلی کو اسکی قید سے آزاد کروایا۔ اسکا سانس اب بحال ہونے لگا تھا۔

وہ تھوڑی دیری بیٹھی انہی باتوں پہ غور وخوض کرتی رہی۔ پھر اٹھ کر کپڑے چینج کرنے چل دی۔

"میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی اتنی بے عزتی۔ "عانیہ کا پورا وجود جل رہا تھا۔ ساجدہ سر جھکائے بیٹھیں تھیں۔ احسان صاحب خاموشی سے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

"تمہیں کیا لگتا میں معاف کر دوں گی۔ نگہت سے اپنا بیٹا نہ سنبھالا گیا میں نے اپنی بیٹی سنبھال لی تھی ناں۔ "وہ غصے کے عالم میں بولیں۔

اتنے مہمانوں کے سامنے میرا مذاق بنا ڈالا ایسا کون کرتا ہے اپنی توہین کبھی نہیں بھولوں گی میں۔ "عانیہ کی آنکھوں سے شعلے لپک رہے تھے۔

"کیا تھا اگر وہ اس وقت انگوٹھی پہنا کہ ہماری عزت رکھ لیتا۔ "وہ دکھی لہجے میں بولیں

"بعد میں توڑ دیتا۔ "وہ جل کے بولی۔ وہ خاموش رہیں۔

"یہ سب ثانیہ کا کیا دھرا ہے اسی نے اسے بھڑکایا ہو گا۔ تبھی اس نے یہ سب کیا۔ "عانیہ حد درجہ بدگمان

تھی۔" تبھی اس نے تو چپ چاپ زاہد سے منگنی کر لی اور میں اس بات پہ حیران ہوں۔ "ساجدہ پر سوچ لہجے میں بولی۔

"دیکھا میں نہ کہتی تھی جلتی ہے وہ مجھ سے خود اچھی بن گئی۔ ایک ایسے شخص سے منگنی کر کے جسکی وہ صورت بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔ "عانیہ زور دے کر بولی۔

"غلطی میری ہی ہے۔ "وہ اب کے آہستگی سے بولیں۔

"آپ کی کیسے۔ "وہ ان کے قریب بیٹھ گئی۔

"وہ رشتہ ثانیہ کے لیے آیا تھا۔ تمہارا پکا کر دیا۔ وہ لڑکا بے خبر تھا ہنگامہ تو کرنا ہی تھا۔ انگہت کو اسے سمجھانا چاہیے تھا بے خبر رکھ کے اچھا نہیں کیا اس نے۔ میں نے تو تمہاری خوشی کو مد نظر رکھا اور یہ بھول گئی کہ منگنی ٹوٹ بھی سکتی ہے۔ تم سے شادی ہو نہ ہو ثانیہ سے نہیں ہو گئی اور یہی تم چاہتی تھیں۔ "وہ بولے گئیں۔وہ خاموش بیٹھی رہی۔

"واہ ساجدہ بیگم واہ۔ "احسان صاحب جو کسی کام سے باہر آئے تو ماں بیٹی کی گفتگو سن کر عش عش کر اٹھے۔

"آپ۔ "وہ انہیں دیکھ کر گڑبڑائیں۔

"جی میں بالکل میں اور بہت اچھا ہوا تم دونوں ماں بیٹی کی حقیقت مجھ پہ کھل گئی۔ "وہ ضبط سے مٹھیاں بھینچ کر بولے۔

"آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔ "انہوں نے صفائی دینے کی کوشش کی۔

"میں بالکل ٹھیک سمجھا ہوں۔ اب تمہیں تم واقع ہی ثانیہ کی سگی ماں ہو۔ یقین نہیں آتا کوئی ماں اپنی دو اولادوں میں اتنا فرق کیسے رکھ سکتی ہے تم ہر بات پہ اسے جتاتی تھی۔ میں نے تمہیں روکا مجھے لگا تم منع ہو جاؤ گی مگر تم تم نے اسکی زندگی ایک ایسے شخص کے ساتھ جوڑ دی جس کو وہ دیکھنا نہیں چاہتی۔ اسکے لیے آئے بہترین رشتے کو تم نے اپنی اس بیٹی کا نصیب بنانا چاہا۔ جس کا ظرف اتنا چھوٹا ہے کہ وہ اگر مجھے نہ ملے تو ٹھیک بہن کو نہیں ملنا چاہیے تم نے اسے مغرور بنایا۔ "وہ عانیہ کی طرف اشارہ کر کے بولے وہ کسی مجرم کی طرح سر جھکائے کھڑیں تھیں۔

"ثانیہ جیسا ظرف حسن اخلاق خوبصورت دل اور نیک سیرت تم دونوں میں نہیں پائی جاتی۔ اور یاد رکھنا اللہ ظاہری خوبصورتی کو کبھی بھی اہمیت نہیں دیتا وہ خوبصورت دل کو اہمیت دیتا ہے کیوں وہ وہاں رہتا ہے۔

کیسے دل ہیں تم دونوں کے۔ "وہ اب ہانپنے لگے تھے۔

"آپ بیٹھ جائیں۔ "ساجدہ نے انہیں پکڑ کے بیٹھانا چاہا۔

"دور رہو مجھ سے تم نے میری بیٹی کی زندگی کو کھیل سمجھ رکھا ہے۔ وہ ابھی یتیم نہیں ہوئی میں زندہ ہوں۔ تم ایک بات کا جواب دو کیا میں اسے کچرے کے ڈھیر سے اٹھا کے لایا تھا تم نے جنم نہیں دیا کیا اسے۔ "وہ انکی جانب دیکھنے لگے۔

وہ میری ہی بیٹی ہے اس میں کوئی شک نہیں مگر شاید میں اسکی ماں نہیں بن پائی کبھی۔ "وہ اب رونے لگیں۔

"کیونکہ تم خود پسند اور حسن پرست ظاہری حسن اہمیت رکھتا ہے تمہارے لیے اور مجھے یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ میری شریک حیات اتنی کم ظرف ہے کہ اسکا دل اپنی بیٹی کے لیے ہی تنگ پڑ گیا ہے۔ "وہ اب وہاں سے چلے گئے تھے ساجدہ وہیں سر ہاتھوں میں تھام کر بیٹھ گئیں

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کیوں کیا آپ نے ایسا۔ "وہ گھٹنوں کے بل زمین پہ بیٹھا ان سے سوال کر رہا تھا۔

"اس نے مجھ پر زاہد کو ترجیح دی اور آپ نے اسکی بہن سے میری منگنی طے کر دی کیوں۔ "اسکی آنکھیں سرخ انگارہ بنی ہوئی تھیں۔ وہ بس خاموشی سے اسکی جانب دیکھے گئیں۔

"کیا آپ میری محبت کے جنون سے واقف نہیں تھیں آپ نے مجھے اس قابل بھی نہیں سمجھا کہ مجھے اطلاع ہی کر دیتیں۔ "وہ رو دیا۔

"ہارون۔ "نہوں نے اسکے سر پہ اپنا ہاتھ رکھا۔

"بس مما مجھے آپ سے امید نہیں تھی کہ آپ مجھ سے اتنی بڑی بات چھپائیں گئیں۔ "وہ خفگی سے بولا۔

"اور وہ ثانیہ کیا اسکی آنکھیں جھوٹ کہتی تھیں ان میں میں نے اپنے لیے پیار کے رنگ دیکھے ہیں۔ پھر وہ کیسے انکار کر سکتی ہے۔ "وہ بے یقینی کی کیفیت میں نگہت بیگم کو دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔

"انکار اس نے نہیں کیا۔ "نگہت نے آخر اسے سچ بتانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ اب اور اس بوجھ کو نہیں سہار سکتی تھیں۔ انہوں نے اسے سارا معاملہ ہر بہ ہر کہہ سنایا کہ کس طرح وہ ساجدہ کی باتوں میں آ گئیں تھیں۔ وہ بے یقینی سے اپنی ماں کو دیکھے گیا۔ وہ کسی مجرم کی طرح سر جھکائے بیٹھی تھیں۔

"میں کسی سے بھی دھوکے کی امید کر سکتا ہوں مگر آپ سے نہیں۔ آپ نے مجھ سے اتنا بڑا جھوٹ بولا میرے زندگی کو کھیل سمجھا۔ "وہ اذیت کی آخری حد پہ پہنچ چکا تھا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں۔ "نگہت نے آہستگی سے کہا۔

"آپ کی شرمندگی سے کیا ہو گا مما آپ نے میرے نظروں میں اپنا اعتبار کھو دیا ہے۔ وہ کیسے واپس لاؤں میں۔ "آنسو تواتر سے ہارون کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ اسے دکھ ہی بہت بڑا ملا تھا جس ماں پہ وہ خود سے زیادہ بھروسا کرتا تھا اسی نے دھوکہ دیا تھا۔

"میں بس معافی ہی مانگ سکتی ہوں یا پھر ثانیہ کو اپنی بہو بنانے کے لیے ایک کوشش کر سکتی ہوں۔ "وہ اسکے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کرنے لگیں۔

"اسکی کوئی ضرورت نہیں آپکی وجہ سے اسکی منگنی پہلے ہی اس زاہد جیسے انسان سے ہو گئی۔ "وہ بے حد غصے میں تھا۔

"آپ بس ایک سوال کا سچ سچ جواب دے دیں۔ آپکو ثانیہ کیوں ناپسند تھی یا آپ کے دل میں ایسی کونسی بات تھی جس کی وجہ سے آپ نے ساجدہ آنٹی کی بات مان لی۔ "وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"تمہارے بابا نے مجھے اس لیے ٹھکرا دیا کہ میں خوبصورت نہیں تھی۔ انکے ساتھ جچتی نہیں تھی۔ تم بھی تو اسی شخص کی اولاد ہو مجھے ڈر تھا کہ ثانیہ کو وہ تکلیف نہ سہنی پڑے جو میں نے سہی۔ اسے امید ہی نہ دلائی جائے مجھے لگا شادی کے بعد تمہیں احساس ہو گا کہ تم نے غلطی کی اور اس غلطی کو سدھارنے کے لیے تم ایک اور غلطی کرو گے۔ اس غلطی سے تمہیں بچانے کے لیے کیا میں نے یہ سب جبکہ میں جانتی تھی کہ میرا طریقہ غلط ہے۔ "وہ افسردگی سے بولیں۔

"آپ جانتیں ہیں مجھے ثانیہ کیوں اچھی لگتی ہے۔؟ "وہ انکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ انہوں نے سر نفی میں ہلایا۔

"کیونکہ مجھے اس میں آپکا عکس نظر آتا ہے۔ وہ سیر تاً بالکل آپ جیسی ہے نرم دل، خوش اخلاق، ہمدرد، معاف کر دینے والی۔ "میں نے جو جینی مما کو معاف کر دیا تو جانتیں ہیں کیوں کیونکہ مجھے اس نے سمجھایا کہ زندگی ہر بار دوسرا موقع نہیں دیتی۔ مجھے لگا میرے لیے اس سے بہتر لڑکی ہو ہی نہیں سکتی۔ جبکے آپ نے بھی عام لوگوں کی طرح ظاہری حسن کو اہمیت دی۔ "وہ دکھ سے بولتا وہاں سے چلا گیا۔

"کہہ تو سچ رہا ہے۔ "نگہت نے سوچتے ہوئے سر صوفے کی پشت گاہ سے ٹکا لیا۔ ابھی سعید صاحب نے بھی دل کھول کر انہیں باتیں سنائی تھیں۔ وہ ٹھنڈا سانس بھرتے اٹھ گئیں انکا رخ اپنے کمرے کی جانب تھا۔ ہارون شروع سے

نگہت کے زیادہ قریب رہا تھا اپنے دل کی ہر بات بھی انہی سے شئیر کرتا۔ اس لیے سعید صاحب نے یہ سارا معاملہ ان کے سپرد کر رکھا تھا اور یہاں انہوں نے سب سے بڑی غلطی کی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ہارون کی ساری رات آنکھوں میں کٹی تھی۔ اسے رہ رہ کر ان غلافی سیاہ آنکھوں میں چھپا کرب یاد آتا۔ اس معصوم کے دل کے ساتھ کتنا بڑا کھیل کھیلا گیا تھا اور وہ بالکل خاموش تھی اسے اور غصہ آیا۔

"ایک فون کال تو کر سکتی تھی۔ کم سے کم اتنا بڑا تماشہ تو نہ ہوتا۔ میں اسکی منگنی روک دیتا اپنی محبت کا اظہار کرتا۔ یہ کیا کیا بے وقوف لڑکی۔ "وہ سلگ رہا تھا مگر فی الحال وہ کچھ کر نہیں پا رہا تھا۔ اسکی رات آنکھوں میں کٹی تھی۔

دوسری جانب بھی حال کچھ ایسا ہی تھا۔ ثانیہ کو چاہ کے بھی نیند نہیں آ رہی تھی۔ وہ جیسے آنکھیں بند کرتی اسے دوہ نیلی آنکھیں جن میں بے حد حیرانی اور کرب چھپا تھا یاد آ بے لگتی وہ فوراً آنکھیں کھول دیتی۔

احسان صاحب نارضگی می وجہ سے گیسٹ روم میں چلے گئے تھے۔ ساجدہ اکیلی اپنے کمرے میں بیٹھی اپنی زیادتیوں پہ غور و خوض کرتی رہی تھیں۔ عانیہ کو پہلی بار اپنا آپ ثانیہ سے بے حد حقیر محسوس ہو رہا تھا۔ وہ کتنی صابر اعلی ظرف تھی۔ اس نے اپنی محبت بہن کی ضد پہ قربان کر دی کوئی احتجاج نہیں کیا وہ چاہتی تو ہارون کو بتا دیتی مگر اس نے ایسا کچھ نہیں کیا اور اس نے مما کو مشورہ دیا کہ اسکے لیے زاہد بیسٹ ہے جبکہ وہ جانتی تھی وہ اسے سخت ناپسند ہے مگر اسے تو ثانیہ کو اذیت پہنچانی تھی اور اس بات کا موقع کبھی وہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھی آج اسے پہلی بار احساس ہو رہا تھا کہ تمام عمر اس نے اپنی بڑی بہن سے زیادتی کی ہے۔ ساجدہ اگر اسکا ساتھ نہ دیتیں تو شاید اسکا ریلیشن بھی اپنی بہن سے باقی بہنوں جیسا ہوتا پیار محبت سے مل کے برابری کی سطح پہ رہنے کا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح بے حد بوجھل تھی۔ سبھی اپنے اپنے کمروں میں بند تھے۔ صفیہ نے سب کو ناشتہ کمروں میں پہنچایا تھا مگر کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ ساجدہ بیگم رو رو کر نڈھال ہو چکی تھیں۔ عانیہ انہیں سنبھال رہی تھی احسان صاحب آفس جا چکے تھے۔

"میں ثانیہ کو بلاتی ہوں۔ "عانیہ نے انکی حالت دیکھتے ہوئے کہا۔

"اسے مت بلاؤ مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ میں اسکا سامنا کر سکوں۔ کتنی تکلیفیں دیں میں نے اسے۔ "وہ پھر

سے رونے لگیں۔ عانیہ انہیں بہلانے لگی وہ خود بھی تو شرمندگی کے مارے اسکا سامنا نہیں کر پا رہی تھی۔ جب اسے حقیقت کا پتہ چلے گا وہ کتنا ہرٹ ہو گی۔ عانیہ نے کرب سے آنکھیں بھینچ لیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آنے والے نے اسکے بازو کو پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنے سامنے کیا۔ وہ بس حیرت سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"تم نہایت ہی بے وقوف ہو اتنی کہ اسکا شمار کرتے کرتے صدیاں گزر جائیں۔" وہ آتے ہی اس پہ برس پڑا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ۔" ثانی نے اپنا بازو اسکی گرفت سے آزاد کروانا چاہا۔

"بدتمیری ابھی کی کہاں ہے میں نے۔" وہ جل کے بولا۔

"ہاتھ چھوڑو۔" وہ درد سے کراہ اٹھی۔

"چھوڑنے کے لیے تو نہیں پکڑا۔" اس نے اسکے چہرے پہ پھیلے درد کے احساس کو دیکھتے ہوئے۔ گرفت تھوڑی ڈھیلی کر دی۔

"مسئلہ کیا ہے کیوں اتنا آگ بگولہ ہو رہے ہوں۔" وہ جتنا اسے سوچ کر نروس تھی اسکے سامنے بالکل نہیں تھی۔

"منگنی کی مبارکباد دینے آیا تھا۔" اسکی آنکھوں سے شعلے لپک رہے تھے۔

"یہ کونسا طریقہ ہے مبارک دینے کا۔" وہ خفا ہوئی۔

"مجھے تو یہی آتا ہے ویسے انگوٹھی کہاں ہے تمہاری۔" ہارون نے کہتے ہوئے اسکے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی کو بغور دیکھا۔

"سنبھال کے رکھی ہے۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہا تم نے زاہد جیسے فلرٹ سے شادی کرنے کا سوچ بھی کیسے لیا۔" ہارون نے اسکا بازو اب کے آزاد کر دیا۔

"جہاں قسمت ہو شادی وہیں ہوتی ہے۔" وہ بازو مسلتے ہوئے خفگی سے بولی۔

"تو ایک بات سمجھ لو تمہاری قسمت پھر وہاں نہیں۔ش اس کا غصہ اب ماند پڑنے لگا۔

"تم کون ہوتے ہو یہ طے کرنے والے۔" وہ سلگ اٹھی۔

"میں ہی تو ہوں سب کچھ۔" اسکے لہجے سے غصہ مکمل طور پہ غائب ہو چکا تھا۔

تم نے کل جو حرکت کی ہے اس کے لیے کوئی تمہیں معاف نہیں کرے گا۔ میں بھی نہیں تم نے میری بہن کی انسلٹ کی ہے۔ "اسے یاد آیا کل ہارون نے کیا کیا تھا۔

"بالکل ٹھیک کیا تمہاری بہن سمیت سب لوگ یہی ڈیزرو کرتے تھے۔ "وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

تم ایسا کیسے کہہ سکتے ہو۔ ہم عزت دار لوگ ہیں بابا کی انسلٹ ہوئی صرف تمہاری وجہ سے۔"

"میری وجہ سے نہیں تمہاری مما کی وجہ سے۔ "وہ اسکی بات کاٹ کر بولا۔

"وہ کیسے۔ "وہ سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھنے لگی۔

"میں نے تمہیں کال پہ بتایا تھا کہ تمہارے لیے سرپرائز ہے۔ اگر یہ سرپرائز کسی اور کے لیے مثلاً عانیہ کے لیے ہوتا تو میں تمہیں کیوں کال کرتا اسے کرتا۔"

"کیا مطلب۔ "وہ ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھے گئی۔

"ابھی بھی آپ مطلب پوچھ رہی ہیں۔ آپ گھر میں رہتی ہیں کیا۔ "وہ تاسف سے سر ہلانے لگا۔

"تم پوری بات بتاؤ مجھے واقع کچھ علم نہیں۔ "وہ بے چارگی سے بولی۔

"تم واقع ہی اللہ لوگ ہو تم کسی دربار پہ کیوں نہیں بیٹھ جاتی۔ "وہ اسے تپا رہا تھا۔ وہ اسے گھورنے لگی۔ ہارون نے اسے ساری کہانی من و عن سنائی۔ وہ کئی ثانیئے حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھے گئی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اسکی ماں نے اسکی محبت کی جیت کو ہار میں بدل دیا تھا۔ وہ تو اس بات پہ کہ ہارون اس سے محبت کرتا ہے۔ ٹھیک سے خوش بھی نہیں ہو پائی تھی۔ اسے اپنے ارد گرد گھرا اندھیرا محسوس ہو رہا تھا سگے رشتے اتنے دھوکہ باز بھی ہو سکتے ہیں وہ بھی ماں جو ایک اولاد کی خوشی اپنی دوسری اولاد کے لیے چھین لیتی ہے۔ اسے شدید چکر آیا تھا اس سے پہلے کے وہ لہرا کے زمین بوس ہوتی۔ ہارون کی مہربان بانہوں نے اسے فوراً اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس نے اسے قریب رکھی کرسی پہ بٹھایا۔

"تم ٹھیک ہو۔ "وہ خود اس کے پاس پنجوں کے بل زمین پہ بیٹھ گیا۔ ثانیہ نے سر اثبات میں ہلایا۔

"میں تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔ صرف تم ہو جس نے ہارون سعید کو اپنا دیوانہ بنایا ہے۔ تم بہت خاص ہو میرے لیے۔ "وہ اسکا ہاتھ تھامے اس سے کہہ رہا تھا مگر اسکا ذہن کہیں اور ہی بھٹکا تھا۔

"تمہیں آنٹی اور عانیہ سے پوچھنا چاہیے کہ کیوں انہوں نے تمہارے ساتھ ایسا کیا۔ "وہ اسے ترغیب دے رہا تھا۔ ثانیہ نے سر نفی میں ہلایا۔

"کیوں۔ "وہ حیران ہوا۔

"میں نہیں چاہتی کہ میری ماں میرے سامنے شرمندہ ہو۔" عجیب لاجک تھی وہ حیران رہ گیا۔

تم ہر بار مجھے چونکاتی ہو تم کیوں ایسی ہو۔" وہ اسے دیکھے گیا۔

"نہیں جانتی ہوں اگر انہیں علم ہوا کہ میں حقیقت جان گئی ہوں۔ تو وہ کبھی مجھ سے نظریں نہیں ملا پائیں گئیں اور میں انہیں اس تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی میں نے سب سنا اور سہہ بھی لیا۔ "وہ مسکرادی۔

"تم پہلی فرصت میں زاہد سے منگنی ختم کرو۔ "وہ بچوں کی طرح بولا۔

"کیوں۔ "بہت ہی معصومانہ سوال تھا۔

"ابھی بھی پوچھ رہی ہو کیوں۔ "وہ تڑپ اٹھا۔

"ہاں کوئی وجہ بھی تو ہو۔ "ہارون کافی دیر اسے دیکھتا رہا پھر جیب میں رکھی انگھوٹھی نکالی اور اسکے ہاتھ میں پہنادی وہ حیرانگی سے اسے دیکھے گئی۔

"آج سے تم میری منگیتر ہو لہٰذا پرانی منگنی ختم۔ کل میری مما شادی کی تاریخ لینے آئیں گی۔ "وہ حکمیہ لہجے میں بولا۔

"مجھ سے میرے مرضی تو پوچھ لو۔ "وہ حیران سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم مجھے انکار کروگی۔ "وہ بلا کا معصوم بنا پوچھ رہا تھا۔

"کر بھی سکتی ہوں۔ "ثانیہ نے بے ساختہ امڈتی اپنی مسکراہٹ کو بمشکل روکا۔

"تم یہ ظلم مجھ پہ نہیں کرسکتیں۔ "چہرے پہ بلا کی مظلومیت تھی۔

"اگر تم سرپرائز دینے کی کوشش نہ کرتے تو تمہیں بھی اتنے بڑے بڑے سرپرائز نہ ملتے۔"

"میں جانتا ہوں غلطی میری ہے مگر میں محبت کرتا ہوں تم سے۔"

"میں تو نہیں کرتی۔ "وہ کندھے اچکا کر بولی۔

"واقع ہی نہیں کرتی۔ "وہ ایک دم اس کے قریب ہوا۔ اسنے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں کرتی۔ "وہ اور قریب ہوا۔ سر اسکے پھر نفی میں ہلا چہرے پہ بلا کی سنجیدگی تھی۔

"واقع نہیں کرتیں۔ "وہ اب کے پریشان ہو اٹھا۔ ثانی نے دیکھا وہ اب دیوار کے ساتھ لگ چکی تھی۔

"بتاؤ۔ "وہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔ "شرمیلی مسکان کا راج گالوں پر گلال بکھیر رہا تھا۔

"تم نہ بتاؤ میں سمجھ گیا ہوں۔ "اس نے اسکا جھکا چہرہ اپنی دو انگلیوں سے اوپر اٹھایا۔ وہ اس کے بے حد قریب تھا اسکے بدن سے اٹھتی کلون کی مہک سے اسکے دل کی دھڑکنیں منتشر ہونے لگیں۔

"تمہاری آنکھیں سب کہہ دیتی ہیں۔ "وہ انکھوں میں جھانک کر مخمور لہجے میں بولا۔

دونوں کے دل ایک ہی تال پر دھڑک رہے تھے اور وہ تھی اس کائنات کا خوبصورت اور خالص جذبہ محبت۔ ہر سو پیار کے رنگ بکھر گئے تھے خزاں رسیدہ پتے مسکرا دیئے۔ پھول پھر سے کھل اٹھے اور خوشی سے جھومنے لگے یکایک خزاں کا منظر بہار میں بدل گیا تھا۔ پیار ایک ایسا پودا ہے جس پہ کبھی خزاں اثرانداز نہیں ہوتی !

☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شُد

اس ناول پر آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔